قد افلح من تزکٰی و ذکر اسم ربه فصلّٰی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

المجاہد من جاہد نفسہ (الحدیث) مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ

المرشد

چکوال

بیاد

شیخ العرب والعجم، صدیقِ دوراں، مجددِ وقت، مجتہد فی التصوف، بحرِ علومِ شریعت، قلزمِ فیوض و برکات،

امامِ اولیاء، شیخِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام اللہ یار خان علیہ الرحمۃ

مقامِ اشاعت

دار العرفان ۔ منارہ ۔ ضلع چکوال

بنیاد: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرست
حضرت مولانا محمد اکرم اعوان
مدظلہ العالی

جلد: ۹

ماہنامہ

المرشد

شمارہ: ۱۱

دارالعرفان
منارہ
ضلع چکوال

ذیقعد
۱۴۰۸ھ

جولائی
۱۹۸۸ء

مدیر مسئول
پروفیسر حافظ عبدالرزاق
ایم اے (اسلامیات)، ایم اے (عربی)

مدیر
تاج رحیم

اس شمارے میں

اداریہ ۲
اسرار التنزیل ۳
حضرت ابوبکر صدیق ۹
حضرت جنید بغدادی اور حاجی ۱۷
داستان حرم ۱۸
خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود ۲۰
عید اور تہوار ۲۶
جہان دل ۲۸
دارالعرفان میں اعتکاف کا منظر ۳۰
سادہ زندگی ۳۵
صحابہ کرام کی جانی قربانیاں ۴۱
امریکہ میں کھانے پینے کی اشیاء میں احتیاط ۴۴
سفرنامہ ۴۹
دیکھتا چلا گیا ۵۲
کہاں سے کہاں لایا گیا ہوں ۵۳
زبان کی حقیقت ۵۶

بدل اشتراک

چندہ سالانہ	ـــــ	۷۵ روپے
ششماہی	ـــــ	۴۰ روپے
فی پرچہ	ـــــ	۷ روپے

ـــ بیرون ممالک کیلئے سالانہ چندہ ـــ

سعودی عرب، کویت، سری لنکا، بھارت	ـــــ	۱۷۰ روپے
متحدہ عرب امارات، مسقط	ـــــ	۱۸۰ روپے
یورپ ـــ ۲۰۰ روپے، لیبیا	ـــــ	۲۰۰ روپے
امریکہ، کینیڈا	ـــــ	۲۲۵ روپے
تاحیات	ـــــ	۱۰۰۰ روپے

سول ایجنٹ:
اویسیہ کتب خانہ
الوہاب مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

طابع وناشر: حافظ عبدالرزاق ○ مطبوعہ: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور ○ مقام اشاعت: دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اداریہ

اسلام اپنے پہلو میں بے شمار حسن اور لازوال کرنیں رکھتا ہے جو حسن کی ازلی ابدی کرن کی رنگت اپنی ہے مگر سب کی اصل ایک ہی ذات ہے اور وہ ذات عظیم ہے ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم — اسلام نے انسان کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے — اس کا پروگرام ترتیب پایا اللہ کریم کی طرف سے مگر انسانیت تک پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے — سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عقیدہ انسانیت کو ملا — ایک طویل تاریکی اور دور فترت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے — اللہ کی خوشنودی کن باتوں میں ہے اور ناراضمندی کن میں کیسے پتہ چلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے — انسان کی اصل کیا ہے یہ کب سے ہے کب تک رہے گا. بدن اور روح کا رشتہ کیا ہے، روح کہاں سے آئی، بدن کیسے بنا، ان کا ان کے عقیدے کا، ان کے اعمال کا اثر بدن پر کیا پڑتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے روح پر کیا پڑتا ہے، دنیا میں کیا اثر، آخرت میں کیا نتیجہ ہوگا. یہ سب کیسے پتہ چلا فرشتے آخرت جنت دوزخ اور یہ تمام غیبی حقیقتیں کس ذریعے سے عیاں ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے، مرنا جینا، دوستی، دشمنی، کاروبار، سیاست، حکومت. ملازمت شاہی اور فقیری، جنگ اور صلح کے آداب کا پتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے حتیٰ کہ بندوں کو اللہ سے ہم سخن کر دیا اور وہ جرأت رندانہ بخشی کہ باوجود بندہ ہونے کے انہوں نے اللہ سے محبت کی اور ایسی کی کہ اللہ کو ٹوٹ کر چاہا نہ صرف محاورے کے اعتبار سے بلکہ واقعی گھر چھوڑے، جائیدادیں چھوڑیں، دوست احباب نچھاور کئے، اولادیں چھوڑیں حتیٰ کہ اعضائے بدن اللہ کی راہ میں کٹ کر غبار راہ میں شامل ہو گئے. واقعی ایسے کتنے ہیں [illegible] یہ چند پہلو بطور نمونہ صرف آپ کو متوجہ کرنے کے لیے عرض کر دیئے ورنہ ذات پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا انمول ہیرا ہے جس کا جوڑا اور دوسرا [illegible] نہ بنا یا ہی نہیں جو دل کے لیے اس کا ایک پہلو بھی ہے. اربوں مسلمان گزر چکے اور نہ جانے کتنے آئیں گے مگر رنگ اور ہو سکتا ہے، کسی قدر کا محبوبی کا فرق ہو سکتا ہے محبوب کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا جس کا دل چیر کر دیکھا جائے میرے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کمال محبوب ہے کہ اتنے دلوں کو شکار کیا. محبت کرنے والے کا کیا کمال، اس کی تو بیچارگی ہے. یہ ان کا کمال ہے. ان کی ذات، ان کی صفات جو ہر سے حسین تر ہے. اس عظیم ہستی کو ایذا دی اور مشرکین مکہ نے ہجرت پر مجبور کیا. مکہ سے نکالا. بدر و احد میں ٹکر لی. حدیبیہ پر روکا، خندق پہ چڑھ آئے اور جیسے بن پڑا، مگر چشم فلک نے دیکھا کہ آخر ایک روز یہ دُر یتیم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت فاتح مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہا ہے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو نہ صرف بتوں سے پاک کیا بلکہ رسومات کافرانہ، مشرکانہ اور جاہلانہ سے بھی پاک

فرمایا اور اللہ کا پسندیدہ طریقہ حج و عمرہ کا جاری فرمایا. دو اَن سلی چادریں مردوں کے لیے اور عورت کے لیے لباس کے اوپر احرام یعنی کفن پوش ہو دنیا سے کٹ کر دیوانہ وار بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے، حجر اسود کو بوسے یا اشارہ کرے چومے اسلئے یہ طواف مکمل ہو گیا. مقام ابراہیم پہ دوگانہ ادا کرکے ان برکات میں سے حصہ لے جو تعمیر کعبہ سے متعلق ہیں. زمزم پیئے تو بے تابی اسمٰعیل کا حصہ پالے، سعی کرے تو ایثار و قربانی حضرت حاجرہؓ سے اپنی حیثیت کے مطابق مستفید ہو. منیٰ اور عرفات میں جائے تو جد امجد آدم علیہ السلام سے لے کر استقامت نوح تک اور تب سے ذبح اسمٰعیل علیہ السلام تک مختلف برکات سے بہرہ ور ہوتا ہوا اپنے رب کے حضور سرخرو ہو جائے. یہ سب انعام کیسے نصیب ہوئے — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اور پھر وہ سال بھی آیا جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج فرمایا یہی حجۃ الوداع کہلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے بغرض حج چلے اور آخری بار تشریف لائے. طواف سعی منیٰ اور یوم عرفہ یوم جمعہ بھی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری اور الوداعی حج. بعد عصر جبل رحمت کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے اور دست بدعا تھے کہ لوگوں سے فرمایا لوگو کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا. سب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دیا. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار انگلی مبارک اٹھائی اور نیچے اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا "اللھم اشھد" اے اللہ گواہ رہنا اور فرمایا جو حاضر ہیں وہ میری بات اُن تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں اور یہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ یا ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہؓ کا مجمع تھا. اللہ نے دین کے مکمل اور نعمت کے تمام ہونے کی نوید سنائی اور یہ حج حج اکبر کہلایا. اس کے اسی روز بعد سرور انبیاء، ہادی دوجہاں محبوب کائنات و رب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے دار البقا کو وصال فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم.

اس بار ذی الحج کی نویں کو پھر جمعہ ہے اور حج اکبر ہے. پھر وہ یادیں تازہ کرنے کے دن ہیں، پھر وہی میدان، پھر وہی امت ہے وہی ہجوم ہے، وہی احکام ہیں اور لباس یکساں ہے مگر ہاں جذبے شاید کچھ بدل گئے ہیں. جذبوں میں شاید وہ تپش نہیں رہی. دل سوز سے خالی اور کیفیات سے نا آشنا سے ہو رہے ہیں. اے کاش ہمیں اللہ وہ ولولے تازہ دے، جذب صادق، طلب صادق اور خلوص بخشے اور وہ درد دے جو دلوں کو گرما دے جو جذبوں کو جان عطا کرے اور ہم صرف رسوماً ادا کر کے فارغ نہ ہو جائیں بلکہ واقعی اس روز کی برکات ہماری سوچ اور ہمارے عمل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جذبہ سمو دے. آمین.

محمد اکرم
نقیب

اسرار التنزیل

حج

مولانا محمد اکرم مدظلہ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۚ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا
اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ
حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا
اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ
صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۟ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِا
لْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ
يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۱۹۶
الْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ
الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ۭ وَمَا
تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ (النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۱۹۷
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠
وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۱۹۸
ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۹۹
فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ
اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ
اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۲۰۰
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۲۰۱
اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۲۰۲
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ
يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ
لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲۰۳

اور خدا (کی خوشنودی) کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو۔ اور اگر (رستے میں) روک لیے جاؤ تو جیسی قربانی میسّر ہو (کر دو) اور جب تک قربانی اپنے مقام تک نہ پہنچ جائے سر نہ منڈاؤ۔ اور اگر کوئی تم میں بیمار ہو یا اُس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو۔ تو اگر وہ سر منڈا لے تو اُس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ پھر جب (تکلیف دور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ۔ تو جو (تم میں) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اُٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسّر ہو کرے۔ اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایّام حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو۔ یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم اُس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مکّے میں نہ رہتے ہوں اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔ ۱۹۶

حج کے مہینے (معیّن ہیں جو) معلوم ہیں۔ تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔ اور جو نیک کام کروگے وہ خدا کو معلوم ہو جائے گا۔ اور زادِ راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر (فائدہ) زادِ راہ (کا) پرہیزگاری ہے اور اے اہل عقل مجھ سے ڈرتے رہو۔ ۱۹۷

اس کا تمہیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بذریعہ تجارت) اپنے پروردگار سے روزی طلب کرو اور جب عرفات

سے واپس ہوتے لگو تو مشعر حرام (یعنی مُزدلفہ) میں خدا کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو سکھایا اور اس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے محض) ناواقف تھے ۱۹۸
پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور خدا سے بخشش مانگو بے شک خدا بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔ ۱۹۹
پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منٰی میں) خدا کو یاد کرو۔ جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (خدا سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ ۲۰۰
اور بعض ایسے ہیں کہ دُعا کرتے ہیں کہ پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔ ۲۰۱
یہی لوگ ہیں جن کے لیے اُن کے کاموں کا حصہ (یعنی اجر نیک تیار) ہے اور خدا جلد حساب لینے والا اور جلد اجر دینے والا ہے۔ ۲۰۲
اور (قیام منٰی) کے دنوں میں (جو) گنتی کے (دن ہیں) خدا کو یاد کرو۔ اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ باتیں اُس شخص کے لیے ہیں جو (خدا سے) ڈرے اور تم لوگ خدا سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ تم سب اُس کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔

حج

باب البر میں گیارہواں حکم حج کا ہے جو مذکورہ آیت ۱۹۶ سے لے کر ۲۰۳ نمبر آیات تک مسلسل بیان ہو رہا ہے۔ حج باجماع امت ارکان اسلام میں سے ہے اور ایک اہم فرض ہے جس کی تاکید و اہمیت کتاب و سنت میں بکثرت وارد ہے۔ بحوالہ ابن کثیر جمہور کے قول کے مطابق ہجرت کے تیسرے سال آل عمران کی آیت وللّٰہ علی الناس حج البیت .... میں اس کی شرائط کا بیان ہے اور باوجود طاقت رکھنے کے حج نہ کرنے پر سخت وعید ہے۔ مگر یہ آیت قصہ حدیبیہ میں نازل ہوئی جو ۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس لیے اس میں فرضیت حج کا ذکر نہیں بلکہ حج وعمرہ کے ارکان کا بیان ہے کہ عمرہ کا بیان سورہ آل عمران کی آیات میں نہیں۔ تو یہاں یہ مذکور ہے کہ حج وعمرہ بذریعہ احرام شروع کر دینے سے واجب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ عمرہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور یہی آئمہ کے اقوال سے ثابت ہے۔

یہاں جس طرح پہلی آیات میں احسان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ حج وعمرہ بھی صرف اور صرف اللہ کے لیے ادا کرو۔ اس سے غرض اصلی اللہ کی رضا کا حصول ہو۔ نہ محض سیر و تفریح مراد ہو نہ تجارت اور نہ ہی شہرت کی غرض ہو۔ اگرچہ یہ سب چیزیں بھی حاصل ہو جاتی ہیں، میسّر بھی ہوتی ہیں اور کچھ نہ کچھ فروخت بھی۔ لوگ حاجی صاحب بھی کہتے ہیں۔ مگر اس کا حصول مراد نہ ہو۔ اس کی جانچ اس طرح ہو سکتی ہے کہ اگر سفر میں ہم ارکان حج کی ادائیگی میں متفکر ہیں تو یقیناً نیت درست ہے پھر تو آدمی ایک ایک رُکن کو پوچھ پوچھ کر اور پوری محنت سے ادا کرے گا اور اگر ہم نے ارکان تو بجائے خود نمازوں تک کی ادائیگی میں کوتاہی برتی تو پھر اپنے دل کو ٹٹولنا چاہیئے کہ اس تمام سفر کا آخر مقصد کیا ہے یہی وجہ ہے کہ فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو۔ ان اللّٰہ شدید العقاب کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

ہمارے زمانے کے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سفر بہر حال میں مبارک ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر سفر حج میں بھی اور ارکان حج کی ادائیگی میں بھی لاپرواہی اور کوتاہی کو اختیار کیا تو یہی بات غضب الٰہی کو دعوت دینے کا سبب بن گئی۔ جہاں ایک نماز ایک لاکھ کا ثواب پاتی ہے وہاں کی نماز کو چھوڑ دینا بھی گویا ایک لاکھ کو ضائع کرنا ہے۔

اب احکام کو لیجیے تو پہلا حکم یہی ارشاد ہوا کہ اگر احرام باندھنے کے بعد تمہیں کوئی عمرہ ادا کرنے سے روک دے۔ جیسے اس واقعہ میں مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو روک دیا تھا۔ تو قربانی دے کر احرام کھول لے جس کی شکل بال منڈوانا یا کٹوانا ہے۔ اور قربانی بکرے، گائے یا اونٹ جو میسّر ہو دے سکتا ہے۔ نیز قربانی حد حرم میں ذبح کی جائے امام اعظمؒ کے نزدیک اگر خود نہ پہنچ سکتا ہو تو کسی دوسرے کے ہاتھ روانہ کر دے۔ اسی سے ثابت ہے کہ احرام کی صورت

ہیں بال کٹوانا منع ہے۔ اگر چہ یہ حکم دشمن کے روکنے کی صورت میں ہے۔ مگر آئمہ نے باشتراکِ علت بیماری وغیرہ کی مجبوری کو اسی میں داخل کیا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل سے ثابت ہے کہ اگر مجبوری کی شکل میں قربانی دے کر احرام کھول دے، مگر جب یہ مجبوری ہٹ جائے تو قضا کرے کہ اس کی قضا واجب ہے۔

چونکہ سر کے بال منڈانا / کٹوانا ہی احرام کھولنے کی علامت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی بیماری یا مجبوری کی وجہ سے یا بدن کے کسی دوسرے حصے کے بال کٹانے پر مجبور ہو تو بقدرِ ضرورت بال تو کٹالے مگر اس کا فدیہ ہے کہ روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ قربانی تو حدِ حرم میں کرے۔ روزے یا صدقہ جہاں بھی ادا کرے سنت ہے۔ نیز قرآن میں تو کوئی عدد یا مقدار مذکور نہیں مگر حدیث سے ثابت ہے کہ تین روزے یا چھ مسکینوں کو آدھا صاع گندم بطور صدقہ دے۔ (بخاری) آدھا صاع تقریباً پونے دو سیر کا ہوتا ہے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

قبل اسلام کے رواجات میں یہ بھی تھا کہ جب حج کے مہینے شروع ہو جائیں۔ یعنی ماہِ شوال سے، حج و عمرہ کو جمع کرنا گناہ ہے تو یہاں اس کی اصلاح کر دی گئی ہے کہ جو لوگ حدودِ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ تو حج اور عمرہ جمع نہ کریں کہ ان کو عمرہ کی غرض سے سفر کرنا دشوار نہیں، مگر باہر سے آنے والوں کو حج کے ساتھ عمرہ جمع کرنے کی اجازت ہے۔

میقات وہ مقام ہیں جو اطرافِ عالم سے آنے والے حجاج کے لیے ہر راستہ پر متعین ہیں اور حج یا عمرہ کا احرام باندھے بغیر وہاں سے آگے بڑھنا گناہ ہے۔ البتہ جو لوگ حج و عمرہ کو جمع کریں ان پر شکر واجب ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ایک قربانی دے گائے یا اونٹ۔ لیکن اگر اس کی ہمت نہ رکھتا ہو تو پھر اس پر دس روزے واجب ہیں۔ جن میں سے تین ایامِ حج کے اندر رکھے۔ یعنی نویں ذوالحج تک پورے کر دے اور سات حج سے فارغ ہو کر جہاں چاہے اور جب چاہے رکھے۔ اگر تین روزے ایامِ حج میں نہ رکھ سکے تو پھر اکابر اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس کے لیے قربانی ضروری ہے۔ جب قدرت ہو حرم میں قربانی کرا دے۔

حج اور عمرہ کو جمع کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ تمتع اور قران ایک یہ کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے یہ احرام حج کے احرام کے ساتھ کھولے گا۔ اسے قران کہا گیا ہے اور دوسرا یہ کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے جو مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کر کے کھول دے۔ اور پھر آٹھویں ذوالحج کو منیٰ جانے کے لیے حج کا احرام باندھے، یہ تمتع ہے۔ ان سب امور میں خوفِ خدا کو پیشِ نظر رکھے اور کسی طرح کی کوتاہی یا سستی کو درمیان میں نہ آنے دے کہ اللہ کے عذاب بہت سخت ہیں۔ آج کل تو اکثر لوگ پرواہ نہیں کرتے۔ غلط کار معلموں کے ہتھے چڑھ کر ساری محنت ضائع کرتے ہیں یا دوستوں کی محافل میں بے پروائی سے وقت ضائع کر کے چلے آتے ہیں اور بہت سے لوگ تو فرائض کی پرواہ نہیں کرتے۔ سُنن و آداب کی تو بات ہی کیا۔

احکامِ حج

عمرہ کے لیے تاریخ یا مہینہ مقرر نہیں بلکہ سارا سال جب چاہیں ادا کریں۔ مگر حج میں یہ بات نہیں۔ بلکہ اس کے لیے مہینے مخصوص ہیں اور پھر تاریخیں مقامات اور پھر خاص تاریخوں میں مقررہ مقامات پر افعال و اعمال مقرر ہیں۔ جو معروف ہیں کہ عہدِ جاہلیت میں بھی یہی مہینے مقرر تھے۔ یعنی شوال، ذی قعد اور دس روز ذی الحج کے اور اسلام میں بھی یہی باقی رہے۔ یعنی شوال سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ اب جو کوئی حج کا ارادہ کرے تو یہ بات خوب جان لے کہ فحش بات یا کسی طرح کی نافرمانی یا کسی قسم کے نزاع کی دورانِ حج بالکل گنجائش نہیں۔ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ط رفث سے مراد عورت سے مباشرت اور اس کے مقدمات۔ حتیٰ کہ زبان سے اس بارے میں کھلی گفتگو بھی نہ چاہیے، جو احرام میں حرام ہے۔

فُسُوْقَ اصطلاحاً نافرمانی کے لیے بولا جاتا ہے۔ یعنی ان باتوں سے جن سے بچنے کا حالتِ احرام میں حکم ہے۔ اپنی پوری کوشش سے بچے کہ یہ سعادت روز روز حاصل نہیں ہو سکتی اور ذرا ذرا سی کوتاہیاں بھی اس کے حسن و کمال کو ضرور متاثر کرتی ہیں۔ اگرچہ بعض فسوق ایسے بھی ہیں جن سے حج ہی فاسد ہو جاتا ہے جیسے حالتِ احرام وقوفِ عرفات سے پہلے بی بی سے صحبت کر لی تو حج فاسد ہو گیا۔ بطور جرمانہ قربانی بھی دے گا اور اگلے سال پھر حج بھی کرے گا۔

اسی لیے یہ علیحدہ لَا رَفَثَ کہہ کر بیان فرمایا۔ دوسرے

ممنوع امور مثلاً بری جانوروں کا شکار کرنا یا شکاری کو بتانا، بال یا ناخن کٹوانا، خوشبو کا استعمال کرنا، مردوں کے لیے سلے ہوئے کپڑے اور سر اور چہرے کا ڈھانپنا اور عورت کے لیے بھی حالتِ احرام میں چہرے کا ڈھانپنا درست نہیں۔ تو غرض یہ ہے کہ ان جملہ امور سے سخت اجتناب کرے۔ یا اسی طرح کہ اس ہجوم خلائق میں اکثر نوبت جھگڑے کی آتی ہے۔ کبھی سفر کے ساتھیوں سے اور کبھی کھانے پکانے کے معاملے میں، کبھی کوئی شے خریدنے یا بیچنے کے وقت اور کبھی طواف وسعی کے درمیان کہ ہر جگہ ایسے مواقع بکثرت آتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کا اختلاط جس سے بچنا اس ہجوم میں ممکن نہیں، پھر مسلسل سفر اور جگہ جگہ عارضی قیام اور وقت بے وقت کھانے پینے سے اور تھکاوٹ سے مزاج میں برہمی اور عبادات میں سستی، ان سب چیزوں کا سب سے زیادہ موقع یہیں بنتا ہے۔ جس سے بچنا اور پوری کوشش سے بچنا ضروری ہے۔ جس کی ایک ہی صورت ہے کہ نگاہ صرف بیت پر نہ ہو بلکہ صاحبِ بیت کی عظمت سے دل منور ہو اور لبیک لبیک کی صداؤں سے دل بھی طوافِ کعبہ مصروف ہو۔ اللہ اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

سو ان تمام مواقع پر بچنے کی کوششیں اور صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے محنت کو اللہ خوب دیکھ رہا ہے۔

حج کے لیے اپنا خرچ ہونا چاہیئے

سفرِ حج میں مصارفِ حج کا خوب اہتمام کرو۔ وَتَزَوَّدُوْا کہ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پر بوجھ بنو یا گداگری کرتے پھر رہے ہو کہ چلے تھے اللہ کی رضا حاصل کرنے اور پھر رہے ہیں غیر اللہ کے در پر۔ سو اپنے دین کو بچانے اور اللہ کی عبادت کے لیے سفر خرچ کا ساتھ ہونا ہی بہترین ذریعہ ہے۔ اسی لیے تو حج فرض ہی صاحب استطاعت پر ہے اور اس کا مشاہدہ ہم روزمرہ کی زندگی میں بھی کرتے ہیں کہ جو شخص بھی مزدوری کر کے اپنی روزی نہیں کماتا۔ اس سے کسی نیکی کی امید بھی مشکل ہے۔ بعض لوگوں کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں جن کی ساری عمر محراب میں اور منبر پر گزرتی ہے مگر وہ حق بات نہیں کہہ پاتے اسی لیے یہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا ہے۔ کاش مزدوری کر کے آتے اور منبر پر بیان کرتے۔ دنیا کی کوئی طاقت انہیں حق بیان کرنے سے نہ روک سکتی

سو کم از کم حج جیسی عبادت کے دوران تو انسانوں کی عطا پر نظر نہ ہو۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ صحابہ کرام سے لے کر عصرِ حاضر تک انقلابی کام جس ہستی نے بھی کیا ہے اس نے روزی کمانے کے معروف طریقے اختیار کیے اور دینی خدمات کو کبھی ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔ خواہ آئمہ اربعہ ہوں۔ اور دیگر آئمہ فقہہ یا حدیث و تفسیر یا صوفی اور اہل اللہ کے سرخیل ہوں۔ آپ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے لے کر شیخ احمد سرہندیؒ تک تمام کی زندگیوں کے حالات تو دیکھیں تو یہی بات ہر جگہ کارفرما نظر آئے گی۔

وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ اور خوف خدا ہی عظمت کی معراج ہے۔ ان تمام محنتوں اور عبادتوں کا ماحصل اللہ سے تعلق اور اس کی ناراضگی کا خوف ہی تو ہے جو انسانوں سے امیدیں وابستہ کرنے سے ضائع ہو جاتا ہے اور یہ ہرگز عقل مندی نہیں کہ مخلوق کو خوش رکھنے کے لیے خالق کو ناراض کر دیا جائے۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ قبل از اسلام جو رسوم حج کے نام پر باقی تھیں ان میں زیادہ حصہ دنیا کمانے اور نمود و نمائش ہی تھا عبادت کا تو نام تھا۔ بڑے بڑے بازار لگتے اور منڈیاں سجائی جاتی تھیں۔ تو یہاں اس کی بھی اصلاح فرمائی کہ اگر دورانِ سفرِ حج کوئی شے خرید لی یا فروخت کر دی کہ اللہ کی عطا سے فراخی نصیب ہو تو یہ کوئی حرج کی بات نہیں مگر یہ کہ اسے محض تجارتی سفر بنا کر رکھ دیا جائے اور دولت سمیٹنے کا ایک حیلہ ہرگز نہیں۔ یہاں لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ سے واضح ہے کہ اگرچہ اس کی اجازت ہے مگر اس سے اگر آدمی بچ سکے تو بہتر ہے کہ یہ مقصد اصلی تو نہیں۔ تو اس کا مدار ارادے اور نیت پر ہے۔

اور جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعرِ حرام کے پاس اللہ کی یاد کرو اور اس طرح کرو جیسے تمہیں بتلایا گیا ہے۔

عرفات ایک مشہور میدان ہے جو حرم سے باہر واقع ہے۔ جس میں حجاج کا پہنچنا اور زوال آفتاب سے مغرب تک قیام کرنا حج کا نہایت اہم فرض ہے۔ یہاں سے لوٹ کر مزدلفہ میں قیام ہوتا ہے جہاں مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں اکٹھی ادا کی جاتی ہیں۔ مشعر الحرام ایک پہاڑ ہے جو اسی میدان میں واقع ہے۔ حجاج اسی میدان میں رات گزار کر علی الصبح منیٰ کو لوٹتے ہیں تو

فرمایا کہ اگرچہ تجارت کی اجازت ہے مگر مقصدِ اصلی تو حصولِ معرفت ہے جس کا واحد ذریعہ ذکرالٰہی ہے اور وہ بھی اس طرح سے جس طرح سے تمھیں بتلایا گیا ہے۔ کَمَا هَدٰكُمْ سے یہ واضح ہوا کہ کوئی عبادت یا طریقۂ عبادت اس وقت تک مقبول نہیں جبکہ اس کی سند سنتِ رسول سے حاصل نہ ہو۔

اب تو یہ حال ہے کہ لوگ فرائض ہیں تو کسی حد تک احتیاط کرتے ہیں مگر نوافل اور صدقات میں اور ذکر و اذکار میں اپنی طرف سے بعض طریقے ایجاد کر لیتے ہیں جیسے کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لیے کوئی خاص رقم یا شرینی اور پھر کسی خاص دن سے مختص کر لینا یا دورِ حاضرہ کا جدید فتنہ کہ آذان سے اول یا آخر بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام اور قبیل کی بہت سی اشیاء جو عہدِ رسالت میں یا سنتِ مبارکہ سے ثابت نہیں ہیں۔ جن کا کرنا خود درست نہ تھا چہ جائیکہ اس پر اس قدر اصرار نہ کرنے والے کو اچھا مسلمان ہی شمار نہ کرنا۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی چیزوں کی نفی ہو رہی ہے کہ عبادات میں آدمی کے بس کی بات نہیں کہ جو چاہے کرے۔ بلا دلیل شرعی ہرگز قدم نہ اُٹھائے یہاں تک کہ قریش نے جو امتیازی حیثیت قائم رکھنے کے لیے طریقہ گھڑ رکھا تھا کہ لوگ تو عرفات سے واپس لوٹیں اور یہ مزدلفہ سے باہر نہ جائیں، یہ بھی عہدِ جہالت کی رسم تھی کہ قریش یہ کہتے ہوئے کہ ہم تو حرم کے مجاور ہیں ہمیں حدِ حرم سے باہر جانا زیب نہیں دیتا، مزدلفہ سے لوٹ آتے تھے۔ جونکہ وہ حدِ حرم میں ہے اور عرفات باہر۔ تو وہاں نہ جاتے تو اللہ نے اس کی اصلاح فرمائی کہ ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہ سب اسی جگہ سے ہو کر پلٹو۔ جہاں تک سب لوگ جاتے ہیں۔ اور ہر وقت اللہ سے معافی چاہتے رہو۔

یہاں اصلاح تو عہدِ رسالت کی رسم کی ہو رہی ہے۔ مگر اصول ایسا ارشاد فرمایا کہ انسانی معاشرہ ہمیشہ اس کا ضرورت مند ہے اور وہ یہ کہ بنیادی طور پر سب انسان انسان ہیں۔ اگر مال و دولت یا اقتدار و وقار سے کسی کو فضیلت حاصل ہے تو وہ اسے مقام پر ہے۔ اسے انسانوں سے نکال کر کوئی اعلیٰ مخلوق نہیں بنا سکتی سو اپنے آپ کو ہمیشہ انسان سمجھو۔ عبادات میں بھی اور عام معاشرت میں بھی اور کبھی کوئی شخص اپنے لیے امتیازی صورت اختیار نہ کرے کہ اس سے نفرت اور باہمی دشمنی پیدا ہوگی۔ اور مل کر رہنے سے باہمی اخوت اور محبت۔ یہی شئے حضورؐ کے آخری خطبہ حج میں ارشاد ہوئی ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ اگر اس طرزِ معاشرت کو اپنایا جائے تو دنیا سے مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ ختم ہو جائے جو دورِ حاضر کی تمام خرابیوں کی بنیاد ہے۔

سو سب کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو اور اپنی کوئی امتیازی شان نہ چاہو بلکہ اللہ سے استغفار کرتے رہو کہ اللہ تمھاری ساری خطائیں معاف فرمائے یا دورانِ حج جو کمی رہ گئی ہے اس سے درگذر فرمائے کہ اللہ بڑا بخشنے والا ہے۔

ذکرالٰہی عبادت کا بیج بھی ہے اور پھل بھی

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا :۔ سو جب ارکانِ حج پورا کر چکو تو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو جس طرح تم اپنے احباد کا ذکر عہدِ جہالت میں کرتے تھے اس سے بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔ عہدِ جاہلیت میں نام تو حج کا ہوتا تھا مگر اصل ذریعہ اس کو حصولِ زر یا اظہارِ تفاخر کا بناتے تھے۔ اور جب لوٹ کر منیٰ میں پہنچے تو بڑے بڑے بازار لگتے۔ خرید و فروخت ہوتی اور مجالس قائم ہو جاتی تھیں۔ جن میں اپنے احباد کے کارنامے بطورِ تفاخر کے بیان کیے جاتے۔ اللہ کریم نے دونوں رسموں کی اصلاح فرما دی کہ نہ تو تجارت بنیادی مقصد ہے اور نہ اس قدر ممنوع کہ آدمی ضرورت بھی پوری نہ کر سکے۔ اور حج میں میلوں اور ٹھیلوں کی گنجائش نہیں کہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں بے شمار موانع ہیں۔ عزیزوں سے مفارقت، زادِ راہ کا اہتمام۔ بہت سا وقت اور سفر کی مشکلات۔ صحت و بیماری تو ان تمام مشکلات کے ہوتے ہوئے جس نے حج کی توفیق بخشی ہے۔ اسی کا ذکر کرو۔ بہت شدت اور کثرت سے کرو۔ اگر عرفات سے لوٹنے کے بعد بھی تمھیں اپنی بڑائی ہی کے اظہار کا فکر ہے تو گویا تم معرفتِ باری سے محروم ہی رہے۔

ذکر اور معرفت لازم و ملزوم ہیں۔ حصولِ معرفت کا ذریعہ اگر ذکر ہے تو معرفت کا ماحصل بھی ذکر ہے۔ جب معرفتِ باری کا کوئی کرشمہ بھی نصیب ہو جائے تو عظمتِ باری مستحضر ہوتی ہے۔ اور آدمی اپنی بے بسی اور محتاجی کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اپنے وجود، اپنے کمالات، اپنے اعزازات مقامات سب اللہ کی عطا کے مختلف مناظر بن کر سامنے آتے ہیں جو کثرت

ذکر کا سبب بن جاتے ہیں۔ جیسے بیج درخت کے اگنے کا سبب بھی ہے۔ اور اس کے پھل کے اندر پھر بیج ہی حاصل کے طور پر بھی۔

اسی طرح ذکر ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ یہ تخم بھی ہے اور ماحصل بھی۔ سو اللہ کے احسانات کے پیش نظر کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ آج اگرچہ وہاں [illegible] رسوم تو نہیں ہیں مگر تہذیب جدید کا ڈسا ہوا انسان آج بھی وہاں پارٹیوں اور تفریحات میں وقت کو برباد کرتا ہے۔ جس سے اجتناب ضروری ہے اور ہر لحظہ یاد الٰہی میں بسر کرنا ہی حاصل سفر ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو ان عبادات کو محض دنیاوی چیزوں کے حصول کی دعا مانگتے ہیں۔ حالانکہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے جس کا تو ذکر ہی نہیں کرتے۔

دراصل جس قدر مذاہب باطلہ ہیں انہوں نے دینوی فوائد کا لالچ دے کر اپنی دکان سجائی ہے اور ہر عبادت کے نتیجہ کے طور پر کوئی نہ کوئی دنیا کا فائدہ ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح ہر دیوتا کی خوشنودی پر بھی کسی نہ کسی دنیاوی کامیابی کا حاصل ہونا مقرر کیا ہے۔ مگر اسلام نے فرد کو اس کی حقیقت ذات اور ابدی زندگی سے آشنا کیا ہے۔ سو صرف دنیا مانگنا گویا خود کو آخرت سے محروم کرنا ہے۔

جیسے آج بھی لوگوں کو حصول دنیا کے لیے مختلف وظائف بتلائے جاتے ہیں اور لوگ مقامات مقدسہ پر بھی اغراض دینوی کا پلندہ لیے پھرتے ہیں۔ بلکہ بہت سے حضرات بزرگوں سے تعلق بھی خواہ زندہ ہوں یا دنیا سے گزر چکے ہوں، دنیا طلبی کا ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی دعا اور توجہ سے ہمارے بہت سے کام نکلیں گے۔ تجارت میں فائدہ ہوگا۔ مقدمات جیت جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان چیزوں کو درمیان سے نکال دیں تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ کے لیے اللہ والوں کے پاس جانے والوں کی تعداد شاید نہ ہونے کے برابر ہو۔ سو ایسے لوگ جو محض دنیا کے لیے اللہ والوں کے پاس جاتے ہیں یا در نوافل ادا کرتے یا مقامات مقدسہ کے طویل سفر کرتے ہیں یہ تو ازلی محروم ہیں کہ ماله في الآخرة من خلاق۔ ابدی راحت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

ہاں دنیا بھی مانگے کہ سب کچھ اللہ ہی سے مانگنا ہے مگر یوں عرض کرے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ کہ اے اللہ، اے میرے پروردگار مجھے دنیا بھی دے تو حسنۃ ہو۔ یعنی تجھ سے دور کرنے والی اور تیری ناپسندیدہ نہ ہو بلکہ دنیا بھی تیری یاد دلانے والی اور تجھ سے قریب کرنے والی ہو۔ اعمال کی توفیق دے تو مطابق سنت ہو۔ ایسا رزق عطا فرما جو حلال اور طیب ہو۔ یعنی نہ صرف دنیا طلبی، مقصد اور دنیا سے بیزاری کی ضرورت کہ دنیا ہی دین بھی ہے کہ انسان اپنی بقا اور اپنے اعمال اور عبادات سب میں ضروریات دینوی کا محتاج ہے۔ سو دنیا طلب کرے مگر ایسی دنیا جو تعمیر آخرت کا سبب ہو۔ جس پر ابدی زندگی کی راحتوں کا حصول آسان ہو جائے۔

یہاں ان لوگوں کی اصلاح بھی مقصود ہے جو ترک دنیا کو وصول الی اللہ کا سبب کہتے ہیں۔ اور دنیا کے لیے دعا مانگنا بزرگی کے خلاف شان جانتے ہیں۔ یہ بھی جہالت ہے۔

اصل قاعدہ یہ ہے اور یہی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ بھی ہے کہ دنیا کو مقصد نہ بنائے بلکہ آخرت کی فکر کرے اور دنیا کو حصول آخرت کا سبب بنائے اور یہی شے اللہ سے مانگے اور ہمیشہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتا رہے کہ خلاف شریعت دنیا کا حصول دراصل دوزخ کی آگ ہے۔ اور جائز طریق سے دنیا کے کاموں کا کرنا بھی عبادت ہے۔ یہی دنیا کا حسن ہے۔ اور اسی پہ آخرت کی بھلائی مرتب ہوتی ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ واللہ سریع الحساب وہ سب امور سے پوری طرح آگاہ ہے اور ظاہر و باطن سے واقف۔ تمہیں بہت جلد ان تمام امور کا حساب دینا ہے۔

فاذکروا اللہ فی ایام معدودت ان چند دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں جن میں منیٰ میں قیام ہوتا ہے اور جمرات پہ کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ یہ دن عید کے ہوتے ہیں۔ اور حج کا بھی اختتام ہوتا ہے۔ سو فرمایا کہ ان ایام میں بھی یاد الٰہی میں لگے رہو۔ مصروفیت کے دن ہوں یا فراغت کے، سفر ہو یا قیام۔ حج ہو یا عید کوئی دن کوئی لمحہ یا کوئی حال ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو۔

اب اگر کوئی دس ذی الحج کے بعد بارہ تک رہا اور دعا کر کے واپس ہوا تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی تیرہ تک رہا تو بھی ٹھیک ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بارہ ذی الحج کا سورج

(بقیہ صفحہ ۲۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا اللہ یار خان رح

نام

آپ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا۔ (معجم الکبیر ا ۵)

عن عبد اللہ بن زبیر قال کان اسم ابی بکر عبد اللہ بن عثمان؛

عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا۔

۲۔ نسب

عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (معجم الکبیر ا، طبرانی، ریاض النضرہ اور عمدۃ التحقیق فی بشائر آل صدیق)۔

والدہ کا نسب نامہ

ام الخیر سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب۔ الخ

اور ام الخیر کی والدہ یعنی صدیق اکبر کی نانی امیمہ بنت عبید بن ناقد قبیلہ خزاعہ سے تھی اور آپ کی دادی کا نسب امینہ بنت عبد العزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب۔

۳۔ لقب

آپ کے لقب دو ہیں۔ عتیق اور صدیق۔

(الف) معجم الکبیر ص ۵)۔

عن عبد اللہ بن زبیر قال کان اسم ابی بکر عبد اللہ بن عثمان فسماہ رسول اللہ عتیق من النار؛

(یعنی آگ سے آزاد کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کا لقب عتیق آپ کے چہرہ کی خوبصورتی کی وجہ سے رکھا گیا۔"

(ب) معجم الکبیر ا: ۱۶

عن حکیم بن سعد قال سمعت علیاً یحلف اللہ انزل اسم ابی بکر من السماء الصدیق ؛۔

"حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے سنا وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابوبکر کا نام "صدیق" آسمان سے نازل ہوا ہے"

عن عکرمۃ قال اخبرتنی ام ھانی قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ انی ارید ان اخرج الی قریش فاخبرھم فکذبوہ فصدق ابوبکر فسمی یومئذ الصدیق ؛

"حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مجھے ام ہانی نے بتایا کہ نبی کریم ؐ نے فرمایا جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی (شب معراج میں) تو میں نے ارادہ کیا کہ واپس جا کر قریش کو خبر دوں جب انہیں خبر سنائی تو سب نے تکذیب کی صرف ابوبکر نے میری تصدیق کی۔ اسی روز سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

۴۔ پیدائش

(الف) ریاض النضرہ۔ محب طبری۔

ان ابابکر و عمر خلقا من طینۃ واحدۃ عن ابی ذر قال رسول اللہ ؐ خلق ابوبکر و عمر من طینۃ واحدۃ ؛

"حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں"

(ب) ریاض النضرہ ؛

انہم (خلفائے اربعہ) و رسول اللہ خلقوا من عصارۃ تفاحۃ من الجنۃ ؛

"یعنی نبی کریمؐ اور خلفاء اربعہ جنت کے سبب کے عصارہ سے پیدا ہوئے ہیں"۔

قانون مسلمہ یہ ہے کہ جس جگہ کی مٹی سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے اس مٹی میں اسی جگہ جاکر دفن ہوتا ہے۔ سید سمہودی نے وفاء الوفا میں لکھا ہے کہ نبی کریمؐ اور شیخینؓ کی پیدائش بیت اللہ کی مٹی سے ہوتی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مدفن مدینہ طیبہ جاکر کیسے بنے۔ سید سمہودی نے خود ہی جواب دیا ہے کہ طوفان نوح میں یہ مٹی بہہ کر وہاں جاگزیں ہوئی جہاں اب روضۂ اطہر ہے اور جو زندگی میں حضرت عائشہؓ کا مکان اور مسکن تھا۔

(ج) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ!

ان ابا بکر ولد بعد مولد النبیؐ بسنتین واشهر فانه مات وله ثلاث وستون سنة (البدایه والنهایه)۔

"صدیق اکبرؓ کی ولادت نبی کریمؐ کی ولادت سے ۲ سال اور کچھ مہینے بعد ہوئی اور ۶۳ برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

۵۔ صدیق اکبرؓ کا ایمان لانا

(ل) بعثت سے پہلے نبی کریمؐ اور ابوبکر صدیقؓ کی باہم رفاقت اور دوستی تھی۔ علامہ دمشقی نے موافقات میں اور کتاب اربعین طوال میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ان ابا بکرؓ صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن ثمان عشر سنة في تجارة الى الشام وكان لايفارقه في اسفاره ولا في حضره فرأى من الايات ماسبق بها اليقين في قلبه فلما بعث صلى الله عليه وسلم امن به وصدقه؛

"ابوبکرؓ ۱۸ سال کے تھے کہ نبی کریمؐ کی دوستی اور صحبت اختیار کی جب آپ نے شام کے علاقہ میں تجارتی سفر اختیار کیا اور ابوبکر صدیقؓ حضور اکرمؐ سے سفر حضر میں کہیں بھی جدا نہ ہوتے تھے اور حضور اکرمؐ سے کئی نشانیاں (معجزات) دیکھے جن سے صدیقؓ کے دل میں یقین نے سبقت کی اور جب حضور اکرمؐ مبعوث ہوئے تو ابوبکر فوراً ایمان لائے۔

(ب) کتاب النضرہ ۱: ۹۵ میں ہے صدیقؓ کا ایمان بذریعہ وحی تھا۔

عن ربيعة بن كعب قال كان اسلام ابي بكر سببه وحي كان سببه وحي من السماء وذلك انه كان تاجرا بالشام فرأى رؤيا فقصها على بحيرا الراهب فقال له من اين انت قال من مكة قال من ايها؟ قال من قريش فاي شئ انت؟ قال تاجر قال صدق الله رؤياك فانه يبعث نبي من قومك فتكون وزيره في حياته وخليفة بعد موته فاسر ابوبكر حتى بعث النبيؐ فجاءه ابوبكر فقال يا محمد ما الدليل على ما تدعي قال الرؤيا التي رأيت بالشام فعانقه فقبله مابين عينيه فقال اشهد انك رسول الله۔

"ربیعہ بن کعب کہتا ہے کہ ابوبکرؓ کے ایمان لانے کا سبب وحی آسمانی ہے تفصیل یہ ہے کہ ابوبکرؓ تاجر تھے تجارتی سفر پہ شام گئے ایک خواب دیکھا اور بحیرا راہب سے بیان

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

• ____ علم منازل سلوک اور چیز ہے حصولِ منازل اور چیز ہے۔ کتب تصوف کے مطالعہ سے علم تصوف کا حصول محال ہے یہ تو القائی اور انعکاسی چیز ہے۔ جو صحبت شیخ اور صدر شیخ سے حاصل کی جاتی ہے۔

• ____ علوم ظاہریہ کی تعلیم، فہم تفہیم، افادہ استفادہ، الفاظ پہ موقوف ہے۔ اور علم و معارف باطنیہ کا حصول، صحبت و القاء و انعکاس پر موقوف ہے ____ علوم ظاہریہ کا عالم الفاظ کا محتاج ہے اور علوم باطنیہ کے عالم کو اس کی احتیاج نہیں ____ ان علوم کے حصول کے لیے رابطہ قلبی شیخ سے اور شیخ کا رابطۃ القلب بارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصوف کا ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ مادی آلات سے اور اعضاء و جوارح سے علم سلوک حاصل نہیں کیا جاتا۔

لباس فہم بر بالائے او تنگ
سمند وہم در صحرائے او لنگ

(حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)

کیا اس نے سوال کیا کہاں کے رہنے والے ہو؟ صدیقؓ نے جواب دیا کہ مکہ کا۔ کہا کس قبیلہ سے ہو؟ کہا قریش سے پھر پوچھا کیا کام کرتے ہو؟ جواب دیا تاجر ہوں۔ کہنے لگا اللہ نے آپ کو سچا خواب دکھایا ہے آپ کی قوم میں ایک نبی معبوث ہوگا۔ آپ اس پر ایمان لا کر اس کی زندگی میں اس کے وزیر ہوں گے اور ان کی رحلت کے بعد انکے خلیفہ ہوں گے۔ آپ نے اس خواب کو پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ نبی کریم معبوث ہوئے تو ابوبکرؓ آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ کے دعویٰ نبوت کی دلیل کیا ہے؟ نبی کریمؐ نے فرمایا دلیل وہ ہے جو تو نے ملک شام میں خواب میں دیکھی تھی۔ یہ سن کر ابوبکرؓ حضورؐ سے بغلگیر ہوئے اور حضورؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں:

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خواب کی تعبیر سنکر حضورؐ کی نبوت کی تصدیق تو صدیق اکبرؓ کے دل میں ہوگئی تفصیلی ایمان اس وقت لائے جب حضورؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ظاہر ہے کہ بعثت سے پہلے حضورؐ پر تفصیلی ایمان لانے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ اجمالی ایمان تو ابوبکر صدیقؓ قبل بعثت ہی لاچکے تھے۔

اس مضمون کی ایک روایت شیعہ عالم علامہ باذل ایرانی نے بھی بیان کی ہے۔

ابابجر ازاں پس براہ پا گذاشت
کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت
بیاد کاہنے دادہ بود این خبر
کہ مبعوث گردد یکے نام ور
زبطحا زمین در ہمیں چند گاہ
بود خاتم انبیاء از الٰہ
بہ خاتم انبیاء بگروی
چو او بگذرد جانشین شوی
ز کاہن چو بودش بیاد این نوید
بیاورد ایماں نشانے چو دید
ازاں پس بتدریج چندے دگر
نبی را بفرماں نہادند سر

> اگر اخذ فیض کی خواہش ہے تو پہلے اپنی سوچ کا رُخ درست کرو۔ پھر اپنے اندر ایثار کا جذبہ پیدا کرو۔
>
> ایثار کس کا؟ خواہش نفس کا۔ اپنی بلائے کو دین پر مقدم سمجھنے کا۔ اور یہ چیزیں حاصل ہوں گی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اعتماد قلبی محبت اور اتباع سنت کی انتہائی کوشش کے ساتھ کسی اہل دل کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کا سلیقہ سیکھنے اور اس پر ہمیشہ کیلئے ڈٹ جانے سے۔
>
> (حضرت مولانا اللہ یار خان)

خلاصہ یہ کہ صدیق اکبرؓ نے ایمان لا کر باقی لوگوں کے لیے اسلام کا دروازہ کھول دیا۔

(ج) ریاض النضرۃ ۱: ۹۹۔

عن ابن عباس ان ابابکر صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن ثمان عشرۃ سنۃ وھم یریدون الشام فی تجارۃ حتی نزلوا منزلا فیہ سدرۃ فنزل رسول اللہ فی ظلھا و مضی ابوبکر الی راھب یقال لہ بحیرا یسألہ عن الدین فقال من الرجل الذی فی ظل السدرۃ۔ فقال ذلک محمد بن عبد اللہ قال واللہ ھذا نبی اللہ ما استظل تحتھا احد بعد عیسی ابن مریم الا محمد فوقع فی قلب ابی بکر الیقین ھذا لیفسر قول میمون بن مہران وھو انہ با سلام ابی بکر ما وقع فی قلبہ من الیقین؛

"ابن عباس فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کی دوستی نبی کریمؐ سے اس وقت سے شروع ہوئی جب ان کی عمر ۱۸ سال تھی اور انہوں نے شام کے تجارتی سفر کا ارادہ کیا دوران سفر ایک جگہ بیری کے درخت کے سایہ میں نبی کریمؐ بیٹھ گئے اور ابوبکر بحیرا راہب کے ہاں چلے گئے تاکہ اس سے کوئی دین کی باتیں پوچھیں۔ راہب نے پوچھا اس درخت

کے نیچے کون بیٹھا ہے۔ صدیق نے فرمایا محمدؐ بن عبداللہ ہیں۔ راہب کہنے لگا اللہ کی قسم اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰؑ کے بعد کوئی نہیں بیٹھا۔ لہٰذا محمدؐ بن عبداللہ اللہ کا نبی ہے۔ یہ بات سنتے ہی ابوبکرؓ کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ نبی ہیں یہ واقعہ میمون بن مہران کے قول کی تفسیر کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ میمون نے اسلام لانے سے مراد یہ لی ہے کہ ابوبکرؓ کے دل میں یقین ہو گیا تھا۔ یعنی ایمان اجمالی لا چکے تھے۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ شروع ہی سے دین حق کے متلاشی تھے اسی بنا پر دین کی واقفیت حاصل کرنے کے لیے بحیرا راہب کے پاس گئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ابوبکرؓ سے سابقہ انبیاء اور سابقہ کتب کی تکذیب بھی ثابت نہیں۔ واقعی صدیق کا لقب اسی کو زیب دیتا ہے جس سے سابقہ انبیاء کی تکذیب بھی نہ ہوئی ہو۔

(د) صدیق اکبرؓ کے متلاشی حق ہونے کا اظہار ایک اور موقع پہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبیؐ کریم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو قریش ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے اور کہا۔

یا ابوبکر ان صاحبک ھذا قد جن قال ابوبکر ما شانہ:

" اے ابوبکرؓ تیرے دوست کو تو جنون ہو گیا ہے
آپ نے پوچھا وہ کیسے ؟

انہوں نے نبی کریم کی دعوت کا خلاصہ سنایا تو ابوبکر سیدھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کیا آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ؟ کیا آپ توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ تو جواب میں حضورؐ نے فرمایا۔

نعم یا ابوبکر ان ربی عزوجل جعلنی بشیرا ونذیرا وجعلنی دعوۃ ابراھیم وارسلنی الی الناس جمیعا قال لہ ابوبکر واللہ ماجربت علیک کذبا وانک لخلیق بالرسالۃ لعظم امانتک وصلتک لرحمک وحسن فعالک مدیدک وانا ابایعک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدیدہ فبایعہ ابوبکر واقران ماجاء بہ الحق فواللہ ما تلعثم ابوبکر حین دعاہ النبیؐ الی الاسلام قال ابن اسحاق کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما بلغنی یقول ما دعوۃ احدا الی الاسلام الا کانت منہ کبوۃ و نظر و تردد الا ما کان من ابی بکر من قحافہ ما عکم منہ حین ذکرتہ لہ وما تردد فیہ:

" یہ درست ہے، اے ابوبکرؓ میرے رب نے مجھے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور میں حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پوری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ صدیق کہنے لگے اللہ کی قسم میرا تجربہ شاہد ہے کہ آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ صادر نہیں ہوا۔ لہٰذا آپ رسالت کے زیادہ مستحق ہیں آپ بڑے امین ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں آپ کے تمام افعال عمدہ ہیں۔ ہاتھ بڑھائیں میں بیعت کرتا ہوں تو حضورؐ نے ہاتھ بڑھایا صدیق اکبرؓ نے بیعت کی اور رسالت

کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ جو کچھ حضور اکرمؐ اللہ کی طرف سے لائے ہیں حق ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اللہ کی قسم ابوبکرؓ نے دعوتِ اسلام قبول کرنے میں ذرا دیر نہ کی۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ مجھ تک جو بات پہنچی وہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا میں نے جس آدمی کو اسلام کی دعوت دی اس نے تامل، تردد اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ سوائے ابوبکرؓ کے کہ ان سے نہ تاخیر ہوئی نہ انتظار، نہ تردد بلکہ دعوت سنتے ہی فوراً ایمان لے آیا۔"

(ا) حضور اکرمؐ کے پاس پہلی مرتبہ جب جبرائیلؑ امین آئے اور وحی کا نزول شروع ہوا تو آپ اس عجیب واقعہ کی وجہ سے متحیر تھے۔ ان حالات میں صدیق اکبرؓ حضورؐ کے ہاں تشریف لائے۔

فلما دخل ابوبکر ولیس رسول اللہ ذکرت خدیجۃ لہ حدیثہ وقالت یا عتیق اذھب مع محمد الی ورقہ فلما دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ ابوبکر بیدہ فقال انطلق بنا الی ورقۃ فقال من اخبرک قال خدیجہ فانطلقا الیہ فقصھا علیہ:

" ابوبکر صدیقؓ حضرت خدیجہؓ کے ہاں آئے نبی کریمؐ وہاں موجود نہ تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے نبی کریمؐ کے تازہ حالات بیان

گئے اور صدیق اکبرؓ کو فرمایا کہ حضورؐ کو ورقہ کے پاس لے جاؤ۔ جب رسول کریمؐ گھر تشریف لاتے تو ابوبکر صدیق نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا کہ میرے ساتھ ورقہ کے پاس چلیں۔ حضورؐ نے پوچھا ابو صدیق! تمہیں میرے حال کا علم کیسے ہوا؟ عرض کیا مجھے حضرت خدیجہؓ نے بتایا ہے۔ پھر دونوں ورقہ کے پاس گئے اور حالات بیان فرمائے"

۶۔ ابوبکر صدیقؓ اوّل المسلمین

گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی دوستی حضور اکرمؐ سے اس وقت شروع ہوئی۔ جب صدیق کی عمر ۱۶ سال تھی۔ اسی حساب سے حضور اکرمؐ کی عمر ۱۸ سال تھی اور ۴۰ سال کی عمر میں نبوت کے منصب پہ فائز ہوئے یعنی حضور کی بعثت سے ۲۲ برس قبل دونوں کی رفاقت اور دوستی رہی۔

دوسری بات یہ بیان ہو چکی ہے کہ صدیق اکبرؓ کو جب بحیرا راہب نے حضورؐ کی بعثت کی خبر دی اور صدیق اکبرؓ کے خواب کی تعبیر بتائی تو آپ دل سے اسی وقت ایمان لا چکے تھے۔ گو تفصیلی ایمان کا موقع تو اس وقت آیا جب حضور اکرمؐ نے نبوت کا اعلان کیا لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ پہ سب سے پہلے ایمان لانے والے صدیق اکبرؓ ہی ہیں۔ مگر اس کے علاوہ چند علماء اور مورخین کے شواہد بھی پیش کر دینا مناسب ہے۔

(الف) البدایہ والنہایہ ۳ : ۲۶

اول من اسلم من الرجال الاحرار ابوبکر الصدیق واسلامہ کان انفع من اسلام من تقدم ذکرھم از کان صدرا معظما ورئیسًا فی قریش مکرما و صاحب مال وداعیًا الی الاسلام وکان محبامتا لقا یبذ المال فی طاعۃ اللّٰہ ورسولہٗ۔

" آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکرؓ اسلام لائے دین کے لیے ان کا ایمان لانا باقی سب صحابہؓ کے مقابلے میں زیادہ نفع آور ثابت ہوا۔ کیونکہ صدیق اکبرؓ رئیس قوم تھے۔ بزرگ، باعزت، قریش کے سردار اور مالدار تھے۔ ان کی شخصیت سب کے ہاں محبوب تھی۔ اسلام کی دعوت و

جہلاء کا مقولہ ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز۔

شریعت تین چیزوں سے مرکب ہے۔ عقائد اعمال اور خلوص شریعت کو ایک درخت تصور کریں تو عقائد اس کی جڑیں اعمال اس کا تنا اور شاخیں ہیں۔ اس پہ لگنے والے پھل کو خلوص کہتے ہیں اور اسی کے حصول کو تصوف کہتے ہیں۔

تبلیغ کرتے والے تھے اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں مال خرچ کرنے والے تھے"

(ب) قال محمد بن کعب اول من اسلم من ھذہ الامۃ خدیجۃ واول رجلین اسلما ابوبکر وعلی وکان علی کتم ایمانہ خوفًا من ابیہ وکان ابوبکر الصدیق اوّل من اظہر الاسلام:

" محمد بن کعب کہتا ہے کہ اس اُمت میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں اور سب سے پہلے جو دو مرد اسلام لائے وہ ابوبکرؓ اور علیؓ ہیں۔ مگر حضرت علیؓ نے اپنے والد کے ڈر سے ایمان ظاہر نہ کیا سب سے پہلے جس مرد نے اسلام کا اظہار کیا وہ ابوبکرؓ ہیں"

حضرت علیؓ بچے تھے اور بچے کا باپ سے ڈرنا قدرتی بات ہے۔ اور کوئی بچہ ایمان لے آئے تو اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔

(ج) عن فرات بن السائب قال قلت لمیمون بن مہران ابوبکر الصدیق اول ایمان بالنبیؐ ام علی بن ابی طالب قال واللّٰہ لقد امن ابوبکر بالنبیؐ زمن بحیرا راھب واختلف فیما بینہ وبین خدیجۃ حتیٰ انکحہا ایاہ وذالک کلہ قبل ان یولد علی ابن ابی طالب والمراد بالایمان الیقین بصدقہ؛

" فرات بن السائب کہتا ہے میں نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے یا علیؓ بن ابی طالب۔ فرمایا خدا کی قسم ابوبکر صدیق تو بحیرا راہب کے

زمانے میں ایمان لائے تھے۔ اول ایمان لانے کے بارے میں ابوبکرؓ اور خدیجہؓ میں اختلاف ہے کہ نبی کریمؐ سے نکاح کے بعد ایمان لائیں۔ اور صدیق اکبرؓ اور حضرت خدیجہؓ کے ایمان کا واقعہ اس وقت کا ہے جب علیؓ بن ابی طالب ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اور ایمان سے مراد یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے دل میں تصدیق واقع ہو چکی تھی اور تکذیب آپ سے صادر ہی نہیں ہوئی۔"

(د) عمر بن مرۃ کہتا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ پہلے اسلام لائے تو میں نے یہ واقعہ امام نخعی کے سامنے پیش کیا۔

فذکرتہ للنخعی فانکرہ وقال ابوبکر اول من اسلم وقال العلماء اول من اسلم من ھذہ الامۃ ابوبکر الصدیق:

عن ابی سعید قال قال ابوبکر الصدیق الست احق بھا الست اول من اسلم الست صاحب کذا، عن الحارث سمعت علیا یقول اول من اسلم من الرجال ابوبکر الصدیق عن زید بن ارقم قال اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر الصدیق رواہ احمد والترمذی والنسائی وقال ترمذی حسن و صحیح وروی الواقدی باسنادہ عن ابی مسلم بن عبد الرحمن فی جماعۃ من السلف اول من اسلم ابوبکر الصدیق عن یوسف بن الماجشون قال ادرکت مشائخنا منھم المنکدر وربیعہ بن عبد الرحمن و صالح بن کیسان وعثمان بن محمد لا یشکون ان اول القوم اسلاما ابوبکر الصدیق۔ ھکذا قال ابراھیم النخعی و محمد بن کعب ومحمد بن سیرین وسعد بن ابراھیم۔ وھو المشھور من جمھور اھل السنۃ:

"عمر بن مرہ کہتا ہے میں نے امام نخعی سے حضرت علیؓ کے اول اسلام لانے کا ذکر کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ابوبکر صدیق سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور علماء نے کہا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ اسلام لائے تھے۔"

ابو سعید نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کیا میں اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار نہ تھا؟ کیا میں سب سے پہلے ایمان نہیں لایا۔ اور ابو الحارث کہتا ہے کہ میں نے

درود شریف کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "کسی ولی اللہ پہ قرض زیادہ ہو گیا قرض خواہ نے مقدمہ کر دیا لیکن اس کے پاس تو ادائیگی کو کچھ نہ تھا۔ رات مراقبہ میں فنا فی الرسول کر کے حضورؐ سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا۔ آقاؐ نے فرمایا عراق کے فلاں وزیر کو کہو وہ قرض چکانے کو رقم دے دے گا۔ کہنے لگا حضورؐ یہ کیسے ممکن ہے جب تک کوئی نشانی نہ ہو جناب یہ کیسے کرے گا۔ تو فرمایا اس کو میرا اسلام کہنا اور بتانا کہ روزانہ جو تمہارا درود کا تحفہ مجھے پہنچتا ہے فلاں روز نہیں پہنچا۔ یہی نشانی ہے۔

وہ شخص گیا، نبی کریمؐ کا سلام کہا اور قرض کا واقعہ بیان کیا، وزیر رونے لگا اور اس نے بتایا روزانہ صبح میں ایک ہزار مرتبہ درود پڑھتا ہوں اس روز کچھ حکومتی کاموں کی وجہ سے چھوٹ گیا اور فرصت نہ ملی۔ گھر سے رقم لا کر قرض اور خرچ کے لیے دی۔ اور کہا آئندہ جب بھی کوئی ضرورت درپیش ہو مجھے مطلع کرنا۔ اگلی تاریخ پیشی پر جب اس مرد خدا نے ادائیگی کے لیے رقم نکال کر رکھی تو قاضی نے کہا چند روز قبل تو تم افلاس کا ذکر کرتے تھے آج بھلا یہ رقم کہاں سے آئی۔ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ قاضی نے رقم لوٹا دی۔ اور کہا یہ قرض میں ادا کرتا ہوں۔ لیکن مدعی نے کہا میں تو اب معاف ہی کرتا ہوں۔"

(حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)

حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکرؓ ایمان لائے۔

اور زید بن ارقم فرماتے ہیں سب سے پہلے نبی کریمؐ کی اقتداء میں نماز صدیق اکبرؓ نے پڑھی اس کو امام احمد ترمذی اور نسائی نے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث

حسن صحیح ہے۔ اور اواقدی شیعہ مورخ نے کئی سندوں سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کی کہ اس نے سلف صالحین کی ایک جماعت میں بیان کیا کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے اور یوسف بن ماجشون نے کہا کہ میری ملاقات مشائخ سے ہوئی جن میں محمد بن منکدر، ربیعہ بن عبدالرحمن صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد بھی ہیں انہیں اس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ ابراہیم نخعی محمد بن کعب محمد بن سیرین اور سعد بن ابراہیم نے بھی کہا ہے اور یہی جمہور اہل سنت میں مشہور ہے۔"

(۳) ان مختلف اقوال میں امام اعظم ابوحنیفہؒ نے یوں تطبیق دی ہے۔

اجاب ابوحنیفۃؒ بالجمع بین ھذہ الاقوال بان اول من اسلم من الرجال الاحرار ابوبکر الصدیق ومن النساء خدیجۃ ومن الموالی زید بن حارث ومن الغلمان علی ابن ابی طالب۔

" ان اقوال کو جمع کر کے امام ابوحنیفہ نے یہ جواب دیا کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ غلاموں میں زید بن حارثہ اور بچوں میں حضرت علی بن ابی طالب ایمان لائے۔ اول الذکر تینوں بالغ، جوان، اور صاحب الرائے تھے۔ ان کے ایمان لانے سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نفع ہوا۔ حضرت علی بچے تھے اور بچوں کی باتوں کو لوگ زیادہ سے زیادہ ہلکی تفریح خیال کرتے ہیں۔ پھر بچے جو بات کرتے ہیں وہ کسی شعوری ٹھوس بنیاد پر نہیں ہوتی۔ نہ انہیں کسی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے اس لیے بچوں کی باتوں کا کوئی نوٹس ہی نہیں لیتا پھر حضرت علیؓ اپنے بچپن کے باوجود جو کر گئے اپنے والد کے خوف سے اس کا اظہار بھی نہ کیا مگر جب والد کو علم ہوا تو اتنا کہا کہ اپنے چچازاد بھائی کی مدد کیا کرو۔ ظاہر ہے کہ جب ابوطالب حضورؐ کو صرف اپنا بھتیجا ہی سمجھتے تھے تو اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے تھے۔

(۴) وسئل ابن عباس من اول اسلم قال ابوبکر الصدیق

ثم قال اما سمعت قول حسان بن ثابت:

خیر البریۃ اوفاھا واعدلھا
بعد النبی واولھا بما حملا
الثانی التالی المحمود مشھدہٗ
واول الناس منھم صدق الرسلا

" حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا تو فرمایا ابوبکر صدیقؓ۔ پھر کہنے لگے کیا تو نے حضرت حسان بن ثابتؓ کی بات نہیں سنی کہ صدیق اکبرؓ کے متعلق کہا۔

تمام مخلوق سے افضل، سب سے زیادہ وفادار اور سب سے زیادہ عادل اور نبی کریمؐ کے بعد سب سے زیادہ حقدار اس چیز کا جو اس نے اٹھائی اور رسول کریمؐ سے ملنے والا قابل تعریف دوسرا اور سب سے پہلے جس نے رسولوں کی تصدیق کی۔"

(نوٹ) یہ تمام مضمون ریاض النضرہ، البدایہ والنہایہ، اور ابن سمان کی کتاب "کتاب الموافقہ، ابن جریر طبری، عمدۃ التحقیق فی بشائر آل صدیق اور معجم الکبیر طبرانی سے لیا گیا ہے)

۷۔ صدیق اکبر کے ایمان لانے سے اسلام کی تقویت:

اسلام کی تقویت کے کئی پہلو ہیں۔ اول افرادی قوت میں اضافہ، دوم مالی ایثار، سوم جانی قربانی۔

(۱) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایمان لانے کے بعد ابوبکر صدیقؓ اپنے احباب کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی چنانچہ ان کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ اسلام لائے۔ دوسرے روز عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، عبدالرحمن بن عوفؓ، ابوسلمہؓ اور حضرت ارقم انکی دعوت پر ایمان لائے یہ سب سابق الاسلام ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے اس تبلیغی شغف اور اسلام کی تقویت کا باعث بننے کا ذکر علامہ باذل ایرانی شیعہ نے اپنی مشہور کتاب "حملہ حیدری" میں یوں کیا ہے۔

ازاں پس بتدریج چندے دگر
نبی را بفرماں نہادند سر

" صدیق اکبرؓ کے ایمان لانے کے بعد دیگرے بتدریج دوسروں نے بھی حضورؐ اکرمؐ کے حکم کے سامنے سر جھکا

دیئے۔ گویا ابوبکرؓ کا اسلام، دین اسلام کا دروازہ تھا۔ جو صدیق نے کھولدیا۔

(ب) حضرت طلحہ بن عبد اللہ اور ابوبکر صدیق کو قرینین کہتے ہیں۔ محمد بن عمرو واقدی شیعہ مورخ نے حضرت طلحہؓ کے ایمان لانے کا واقعہ حضرت طلحہؓ کی زبانی بیان کیا ہے۔

" کہ میں ملک روم کے ایک مرکزی مقام شہر بُصریٰ کے بازار میں تھا جب حضرت وحیہ قلبی رسول کریم کا خط لیکر ہرقل روم کی طرف گئے تو پہلے گورنر بُصریٰ کو ملا۔ اس دوران مجھے بازار میں ایک گرجا نظر آیا اس گرجا کا راہب لوگوں سے پوچھ رہا تھا کہ کیا کوئی آدمی حرم شریف کا ہے میں نے سُنا تو بتایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں تو راہب نے پوچھا کیا احمد ظاہر ہوا ہے؟ میں نے کہا احمد کون؟ تو راہب نے کہا محمد بن عبد اللہ ہے خاتم الانبیاء ہے اسی ماہ میں اس نے حرم میں مبعوث ہونا ہے۔ تم اس کی طرف جلدی جاؤ۔ میرے دل میں راہب کی بات بیٹھ گئی میں مکہ آیا پوچھا کوئی نئی بات ہے؟ جواب ملا محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوبکر بن ابو قحافہ اس پہ ایمان لایا ہے۔ تو میں جلدی سے ابوبکرؓ کے پاس گیا۔ وہ مجھے نبی کریم کے پاس لے گئے۔ وہاں میں نے راہب کی بات بھی بیان کر دی مگر میرے بیان سے پہلے ہی حضور اکرم نے مجھے وہ ساری بات بتا دی"۔

جب ابوبکرؓ اور طلحہؓ حضور اکرم سے جدا ہو کر باہر آئے تو نوفل بن خویلد بن عدویہ نے ان دونوں کو رسی سے باندھ دیا۔ اس وجہ سے ان کو اسد القرینین کہا جاتا تھا۔

اس فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ حضرت ابوبکرؓ کی دعوت میں ایمان لائے وہ بعد میں عظیم حکمران نامور جرنیل اور مشہور فاتحین اسلام ثابت ہوئے۔

(ج) حضور اکرم ایک روز بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور نبی کریم کے گلے میں چادر ڈال کر آپ کا گلہ دبایا۔ جب سانس رُکنے لگی تو اچانک ابوبکرؓ موقع پر آگئے اور عقبہ کو دھکیل کر حضور اکرم کی گردن سے چادر جدا کی اور عقبہ کو کہا کہ تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ رب اللہ ہے اور جو دین حق اور نبوت کے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔

باقی شعبہائے زندگی میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمات اسلامیہ اپنے اپنے محل پہ بیان کر دی جائے گی۔

۸۔ حضرت ابوبکر کا ایمان لانا اور مشرکین کیطرف سے ایذا رسانی۔

(ا) حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ۳:۳۰ پر ایک واقعہ لکھا ہے جس کا پس منظر حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے کہ:

لما اجتمع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکانو ثمانیة وثلاثین رجلا الح ابوبکر علی رسول اللہ فی الظھور:

جب صحابہ کی تعداد ۳۸ ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم کو ظاہر ہونے پر مجبور کیا تو صحابہ مسجد حرام میں پھیل گئے۔

وقال ابوبکر فی الناس خطیبا ورسول اللہ جالس فکان اول خطیب دعا الی اللہ والی رسول صلی اللہ علیہ وسلم وثاروا المشرکون علی ابی بکر وعلی المسلمین وضربوا فی نواحی المسجد ضربا شدیدا ووطیٔ ابوبکر وضرب ضربا شدیدا:

" صدیق اکبر نے کھڑے ہو کر خطاب کیا اور نبی کریم بیٹھے تھے۔ ابوبکرؓ اسلام کا پہلا خطیب ہے جس نے لوگوں کو علانیہ اللہ و رسول کی طرف دعوت دی۔ مشرکین یہ منظر دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور مسلمانوں کو مسجد کے کونے کونے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارا۔ ابوبکر کو پاؤں سے روندا گیا اور سخت چوٹیں لگائی گئیں"۔

صدیق اکبرؓ بیہوش ہو گئے۔ ان کے قبیلہ بنو تیم نے اعلان کر دیا کہ اگر ابوبکرؓ مر گیا تو ہم عقبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے۔ ابوبکرؓ کا یہ حال تھا کہ جب ذرا ہوش آتی پوچھتے نبی کریم کا کیا حال ہے۔

(ب) محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور حافظ ابن کثیر نے سیرت صدیق میں بیان فرمایا کہ صدیق اکبرؓ ایک روز گلی میں جا رہے تھے۔ ایک مشرک سامنے آیا اور آپ کے سر پر مٹی ڈال دی۔ ولید بن مغیرہ سامنے آیا تو آپ نے اس

(بقیہ صفحہ ۳۶)

حضرت جنید بغدادیؒ اور حاجی

حضرت جنیدؒ : کہاں سے آنا ہوا ؟

ح : حج پر گیا تھا وہیں سے آ رہا ہوں ۔

ج : اس وقت سے لے کر جب کہ تم نے اپنے گھر کو خیر باد کہا تھا کیا تم نے تمام گناہوں کو بھی خیر باد کہا تھا یا نہیں ؟

ح : ایسا تو نہیں ہوا ۔

ج : پھر تم نے کیا حج کیا ! اچھا یہ بتاؤ کہ اس سفر کے اثنا میں تم نے جس منزل پر پڑاؤ کیا ، کیا اس موقع پر تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کوئی منزل طے کی ہے ؟

ح : نہیں ۔

ج : پھر تم نے راہ حج کا سفر منزل بہ منزل تو نہ کیا ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے مقام متعین پر احرام باندھا تو کیا تم نے اپنی ذات سے عام انسانی صفات کا جامہ بھی اسی طرح اتار پھینکا تھا جس طرح اپنی پسند کا لباس اپنے جسم سے اتار دیا تھا ؟

ح : نہیں ۔

ج : پھر تم نے احرام کہاں باندھا ؟ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے مقام عرفات میں قیام کیا تو کیا وہ وقت اللہ تعالیٰ کے کامل دھیان میں گزارا ؟

ح : نہیں ۔

ج : پھر تم نے عرفات کا قیام کہاں کیا ؟ اور جب تم مزدلفہ گئے اور اپنی دلی مراد پالی تو کیا تم نے تمام نفسانی خواہشات کو اپنے سے الگ کر دیا ؟

ح : نہیں ۔

ج : تو پھر مزدلفہ کہاں ہے ؟ پھر جب تم نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا تو کیا اس خانۂ پاک میں جمال خداوندی کا مشاہدہ کیا ؟

ح : نہیں ۔

ج : پھر تم نے درحقیقت کعبے کا طواف ہی نہیں کیا ۔ اچھا جب تم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا تم نے صفا و مروہ کا مقام حاصل کیا ؟

ح : نہیں ۔

ج : تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے سعی نہیں کی ۔ اچھا جب تم منیٰ میں آئے تو کیا تمہاری تمام منیٰ (خواہشیں) ختم ہو گئیں ؟

ح : نہیں ۔

ج : پھر تم منیٰ میں کہاں گئے ؟ اور جب تم مقام ذبح پر گئے اور قربانی ادا کی تو کیا تم نے خواہشات نفسانی کی تمام صورتوں کی قربانی کی ؟

ح : نہیں ۔

ج : تو پھر تم نے کوئی قربانی نہیں کی اور جب تم نے رمی جمار کیا تو کیا جتنے دینوی رذائل تم سے چمٹے ہوئے تھے ۔ ان سب کو اپنے سے الگ پھینک دیا ؟

ح : نہیں ۔

ج : پھر تم نے کنکریاں نہیں پھینکیں اور حج کے شعائر ادا نہیں کئے ۔ واپس جاؤ اور اس طریقے پر حج کرو جس طریقے سے میں نے تمہیں بتایا ہے ۔ تاکہ مقام ابراہیم تک پہنچ سکو ۔

داستانِ حرم

پروفیسر محمد غلام

مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، بوڑھا ہو یا جوان، عالم ہو یا جاہل، متقی ہو یا پرہیزگار ہو رند مشرب غرضیکہ امت مسلمہ کے ہر فرد کے دل میں حرم پاک کے ساتھ وابستگی اور محبت ودلعیت کی گئی ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ حرم پاک کے معمار نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر، اور کیوں نہ ہو جبکہ اس کی پوری داستان ہی محبوب حقیقی کے ساتھ عشق و محبت، خلوص و وفاداری اتقیا و امتثال کا یہ جذبہ اتنا پسند آیا کہ ان کی پوری داستان کو تاحشر تابندہ رکھا۔

آیئے آج ہم بھی اس حسین و سادہ و رنگین داستان کا مختصر سا مطالعہ کریں۔ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ کے لقب سے نوازا تو فرشتوں نے عرض کی کہ اے رب جلیل خلیل تو اس دوست کو کہتے ہیں جو رضائے دوست کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو۔

حرم پاک کے معمار حضرت ابراہیم خلیلؑ کی پوری زندگی فرشتوں کے اسی سوال کا عملی جواب ہے انہوں نے اور انکی آل واولاد نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق وہ کام کر گزرتے ہیں جو عقلاً محال ہو۔ ان کے دلوں میں عشق و محبت کے وہ طوفان اُمڈ آتے ہیں کہ عقل کے تنکے ان میں بہہ جاتے ہیں۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اللہ تعالیٰ کا یہ خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے محبوب کے حکم سے اپنی پیاری بیوی ہاجرہ اور چہیتے شیرخوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر حبرون سے روانہ ہوئے مکہ معظمہ پہنچ کر مقام زمزم میں قیام فرمایا۔ اسوقت یہ پورا علاقہ بالکل غیرآباد لق ودق صحرا تھا۔ سبزہ کا کہیں نام نہ تھا۔ کوسوں پانی کا کوئی نشان نہ تھا ایسی چٹیل میدان میں اللہ تعالیٰ کے اس عاشق صادق نے اپنے محبوب کے حکم سے پیاری بیوی اور معصوم بچے کو تھوڑے سے پانی اور کھجور کے ساتھ چھوڑ کر الوداع کہی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ حضرت ہاجرہ کو معلوم ہوا کہ خلیل ہمیں اس بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ کر جارہے ہیں تو وہ گھبرا کر انکے پیچھے دوڑیں اور بلند آواز میں کہا۔ من ارک ان تتزکنا بارض لیس فیہا زرع، ولا ماء؟ یعنی اے میرے سرتاج تم کو یہ حکم کس نے دیا ہے کہ ہم کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑے جارہے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ امر ربی، میرے پروردگار کا حکم ہے "یہ جواب سنکر حضرت ہاجرہ مطمئن ہوئیں اور یقین کے ساتھ کہا فانہ لن یضیعنا۔ تب وہ ہمیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔

پانی اور کھجوروں کا وہ تھوڑا سا ذخیرہ جو حضرت ابراہیم ان کے پاس چھوڑ کر گئے تھے چند ہی دنوں میں ختم ہوا تو بی بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں مارے پیاس کے تڑپنے لگے۔ بی بی ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئیں تاکہ دیکھیں اگر کوئی قافلہ آرہا ہو تو اس سے پانی مانگ لیں یہاں سے اتر کر مروہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ماں کی مامتا اپنے بچے سے بھی نگاہ اٹھانے کی اجازت نہ دیتی تھی چنانچہ صفا سے مروہ جاتی ہوئی راستے میں کچھ نشیبی علاقہ تھا وہاں بچہ نظروں سے اوجھل ہوا تو دوڑ کر مروہ کی طرف بڑھنے لگیں اور مروہ کی پہاڑی پر چڑھ گئیں۔ پانی کی تلاش میں انہوں نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے اب کے ان کے کان میں بچے کے رونے کی آواز آئی تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس ایک شخص کھڑا پایا۔ گھبرا کر انکی طرف آئیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمین پر پاؤں مار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اس معصوم بچے کا بے بسی سے پاؤں مارنا اور

روز نا اتنا پیارا لگا کہ وہاں زمزم کا چشمہ پیدا کیا جس سے اب تک اربوں لوگ محبت کی پیاس بجھانے کے لیے پانی پی چکے ہوں گے اور پیتے رہیں گے۔

بی بی ہاجرہ کی قربانی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معصوم اداؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آب زمزم کو یہ شرف بخشا کہ دو دفعہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو شق صدر کے موقعہ پر آب کوثر کی بجائے اسی پانی سے دھویا گیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اپنے شیدائیوں کو محبوب حقیقی نے کیسی کیسی آزمائشوں میں جکڑا اور پھر خود انہیں ان آزمائشوں میں کامیابی عطا فرما کر ان یادگاروں کو بقا بخشی۔ بی بی ہاجرہ کو پانی کی تلاش میں خود ہی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑایا پھر خود ہی پانی کا چشمہ ظہور فرما کر قیامت تک سعی کے نام سے یادگار بنا دیا۔ اور چشمہ زمزم کو وہ شرف بخشا جو آب کوثر کو بھی نصیب نہیں ہے۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

بی بی ہاجرہ اسماعیل علیہ السلام کی پندرہ سال تک تربیت کر کے اس دار فانی سے رخصت ہو گئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس دنیا میں ثابت قدمی کا پہاڑ بنا کر چھوڑا۔

بی بی ہاجرہ کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ جا کر اپنے گھر کی تعمیر کا حکم دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لائے اور بچھڑے ہوئے چہیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مل کر خانہ خدا کی تعمیر شروع کی۔

یہ بھی ایک عجیب اور دلکش سماں تھا۔ معمار بھی پیغمبر اور مزدور بھی پیغمبر۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ سعی اتنی پسند آئی کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر بطور یادگار کے فرمایا۔ ارشاد ہے: "واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل" یعنی وہ وقت (بوجہ دلکشی اور امتثال حکم محبوب کے) قابل یاد ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔ جس خلوص اور عاجزی سے انہوں نے تعمیر شروع کی اس کا نتیجہ یہ نکلا اللہ تعالیٰ نے ان کے بنائے ہوئے گھر کو اپنا گھر کہہ کر پکارا اور تا قیامت مرجع خلائق بنایا۔ سچ ہے کہ خلوص کا درخت ضرور پھلتا پھولتا ہے چاہے دیر سے کیوں نہ ہو۔

خانہ کعبہ کی دیواریں جب قد آدم سے اونچی ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زینے کی ضرورت پیش آئی اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں کا امتحان لینا مقصود تھا۔ انہیں تکلیف میں ڈالنا نہ تھا۔ چنانچہ جبل ابو قبیس کے ایک پتھر کو حکم دیا گیا کہ میرے خلیل کی تعمیر کعبہ میں مدد کرنا۔ پتھر میں لچک پیدا ہوئی۔ ضرورت کے مطابق وہ پتھر کبھی بلند ہو جاتا اور کبھی سکڑ کر لیست ہو جاتا۔ وہ پتھر جس سے خانہ کعبہ کی تعمیر میں مدد لی گئی قابل احترام بنا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو خانہ کعبہ کے طواف کرنے والوں کیلئے جائے نماز بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی، یعنی مقام ابراہیم کے پاس (نفل) نماز پڑھ لیا کرو۔

کیا شان کریمی ہے اس ذات کریم کی خود آزمائش میں ڈالا خود ہی آزمائش میں پورا اترنے کے لیے ذرائع و اسباب مہیا فرمائے اور کامیابی کی بشارت کے بعد ان کی کوشش کو تا قیامت زندہ و تابندہ رکھا۔

بات یہاں آکر ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان شیدائیوں نے رضائے محبوب کی خاطر قربانی کا ایک اور معیار قائم کرنا تھا۔ چنانچہ تعمیر بیت اللہ کے بعد حضرت ابراہیم کو ایک اور کٹھن امتحان کا سامنا ہوا انہیں حکم دیا گیا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو میری رضا کی خاطر خود اپنے ہاتھوں قربان کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سچے خلیل نے فوراً تعمیل حکم کی تیاری شروع کی رسی، کلہاڑا اور چھرا لے کر حضرت اسمٰعیل کی معیت میں جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انسان کے ازلی دشمن شیطان مردود نے باپ اور بیٹے دونوں کو امتثال حکم سے روکنے کی پوری کوشش کی۔ انسانی شکل میں ظاہر ہو کر بظاہر ہمدردانہ لہجہ میں انہیں طرح طرح کے چکمے دیئے لیکن بتوفیق الٰہی یہاں بھی وہ دونوں استقامت کے پہاڑ بن کر کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور شیطان کو مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس مردود کو دھتکارنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ اپنے خواب کو اپنے بیٹے پر عیاں فرمائیں یاد رکھئے کہ پیغمبروں کے خواب بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ قرآن

باقی ص ۲۵ پر

خرِ عیسیٰ گر بہ مکہ رود

محترمہ حمیرا مودودی

حدیث نبوی ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب حج کرنے کے لیے سواریوں پر سوار ہو کر لوگ تو بہت آئیں گے مگر حاجی کوئی نہ ہو گا۔

ایک اور حدیث ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب علماء ریاکاری اور دکھاوے کے لیے حج کریں گے۔ امراء سیر و تفریح کے لیے آئیں گے۔ متوسط طبقے کے لوگ تجارت کی غرض سے پہنچیں گے اور غرباء بھیک کیلئے حج کریں گے۔

آیئے مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں اس زمانے کے حجاج کا جائزہ لیں۔ یہ حاجی صاحبان زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو سعودی عرب میں قیام پذیر ہیں۔ اور یہاں کی وافر آمدنی اور آسائشوں نے ان کے لیے حج کو پکنک بنا دیا ہے۔

منیٰ میں ایک احرام بند حاجی صاحب اپنی کزن خالہ صاحبہ سے محو گفتگو تھے جو خیر سے ہر سال حج کرنے کراچی سے تشریف لاتی ہیں اور تقریباً گیارہ مرتبہ حج کر چکی ہیں۔

حاجی صاحب کہہ رہے تھے! "یہ جو منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی مصیبت پڑی ہے۔ یہ سب ایک عورت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اس وقت آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے ہوتے مرد کو عورت کی وجہ سے جنت چھوڑنا پڑی اور اب بھی ایک عورت کے طفیل ہی گھر سے بے گھر ہو کر پانچ روز منیٰ میں رہنا پڑ رہا ہے"۔

اب خالہ صاحبہ کو کہاں تاب تھی کہ یہ جلی کٹی سنتیں اور برداشت کر لیتیں۔ انھوں نے فوراً اپنی ناک پہ انگلی رکھ کر کہا "اے ہے! رہنے بھی دو۔ چھوڑ کر اس عورت کو مرد ہی گیا تھا ورنہ وہ خود تھوڑی آئی تھی۔ اسے کیا پڑی تھی کہ جنگل بیابان میں بچے کو لے کر رہ پڑتی۔ تم مردوے خود تو حرکتیں کرتے ہو اور الزام عورتوں کو دیتے ہو"۔

یہ سنتے ہی تمام اطراف سے قہقہے بلند ہونے لگے اور خالہ صاحبہ کی فصاحت و بلاغت کو خوب سراہا گیا۔ اتفاق سے ہم بھی اسی کیمپ میں تھے اور یہ معطر اور مؤدب مکالمہ سن رہے تھے۔ خاصی دیر غور و فکر کرتے رہے کہ یہ لوگ کون سے مرد اور کون سی عورت کی بات کر رہے ہیں بہت مغز ماری کے بعد عقل میں آیا کہ یہ گستاخی حضرت ہاجرہ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے بارے میں ہو رہی تھی حج کیا ہے؟ یہ تمام کا تمام انہی تین برگزیدہ ہستیوں کی سنت کا اتباع ہے۔ وہ عام مرد و عورت، تو نہ تھے کہ یوں ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ میں ان کا ذکر ہو۔ اور وہ بھی کہاں؟ منیٰ میں! جبکہ گفتگو فرمانے والے حاجی صاحبان احرام بند ہوں۔ ع

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

کوئی اس قبیل کے حجاج کرام سے یہ پوچھے کہ حضرت آپ کو کس نے کہا تھا اپنا ایئرکنڈیشنڈ بیڈروم چھوڑ کر یہاں تشریف لایئے اور انبیائے کرامؑ کا تمسخر اڑایئے۔

مندرجہ بالا گفتگو کے بعد بھی ان حاجیوں اور حجنوں میں مذاق اور چہلوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ گاہے بگاہے یہ ہنسی مذاق فحش ہو جاتا۔ بعض اوقات بے خود ہو کر، عادتاً حاجی صاحبان فلمی گانے تک گنگنانے لگتے۔ ظاہر ہے کہ جب حجن محترمات میک اپ کر کے احرام باندھیں گی تو حاجی صاحبان کی طبیعت کیوں نہ موزوں ہوگی۔ ایک حاجی صاحب منیٰ کی سپر مارکیٹ سے نہایت شوخ رنگوں کا لیڈیز سوٹ خرید لائے تو دوسرے حجاج کرام نے ٹوکا کہ تم تو کنوارے ہو، یہ زنانے کپڑے کیوں لے آئے۔ اس پہ حاجی صاحب نہایت توکل کے ساتھ بولے کہ بھئی جس نے کپڑے دیئے ہیں۔ وہی پہننے والی بھی دے گا"۔

منیٰ سے نکل کر عرفات جو پہنچے تو تھوڑی ہی دیر میں

دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ اور بریانی تقسیم ہونے لگی۔ ایکا ایکی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک احرام بند حاجی صاحب نے دوڑ کر بریانی تقسیم کرنے والے صاحب پہ حملہ کر دیا اور انہیں بے تحاشہ مارنے لگا۔ بہت سے دوسرے حاجی بیچ بچاؤ کیلئے دوڑے پوچھنے پہ معلوم ہوا کہ دوسرے لوگوں کو بریانی مل گئی تھی اور ان کو نہیں ملی تھی۔ آخر کہاں تک صبر کرتے؟ صبر کرنے تھوڑی آئے تھے۔ حج کرنے آئے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ عرفات میں دوسرے تو بریانی کھائیں اور وہ صرف صبر کریں!

یہ لیجئے! ایک اور طرف سے آواز آئی "اگر احرام نہ بندھا ہوتا تو تیرا سر پھاڑ دیا ہوتا" معلوم ہوا کہ پانی بھرنے پر جھگڑا ہو گیا ہے۔ الغرض کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا ہو گیا ہے۔ کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا اور اب کہیں بریانی کھانے کھلانے پہ جھگڑا مزید برآں آدھ گھنٹے بعد کوئی نہ کوئی ہٹا کٹا صاحب اپنے ہینڈ بیگ کی پھٹی ہوئی زپ دکھا کر اللہ کے نام پہ سوال کر رہے ہوتے "حضرت! پاسپورٹ اور ٹکٹ چوری ہو گئے ہیں۔ واپسی نہیں ہو سکتی۔ جب تک جملہ حاضرین بخشش نہ دیں۔ دیجئے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کہ یہ حاجی بندہ واپس گھر پہنچے"

اس وقت بے اختیار حضرت عمرؓ بن خطاب کے الفاظ یاد آئے جو انہوں نے اسی عرفہ کے دن اسی مقام پہ ایک بھیک مانگنے والے سے کہے تھے۔ کہ "بے غیرت! تو آج کے دن اس میدان عرفات میں جب سب اللہ تعالیٰ کے حضور بھیک مانگ رہے ہیں۔ غیر اللہ کے آگے دست سوال دراز کر رہا ہے" ان الفاظ کے ساتھ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کوڑا اٹھایا اور اسے مارنے کی دھمکی دی۔ ایسے کئی اور واقعات جو تاریخ اسلام میں درخشاں مقام رکھتے ہیں سماچشم تصور کے سامنے گزر گئے۔

مزدلفہ سے واپسی کی جلدی میں چیزیں سمیٹ رہے تھے کہ ہمارے بالکل ساتھ پڑاؤ ڈالنے والی جماعت میں سے ایک بزرگ خاتون اپنے ساتھیوں سے پوچھنے لگیں "وے ہُن کتھے چلے او"

فرشتے سے بہتر ہے انساں بننا

قرب الٰہی کے حصول کو ناقابل التفات سمجھ کر دنیوی دھندوں میں کھپا رہنا اور فانی رابطوں کے بندھنوں میں اپنے آپ کو جکڑے رکھنا اور رب العالمین سے ابدی رابطہ قائم کرنے کی فکر پیدا نہ ہونا انسانیت کی توہین ہے۔ فرشتے سے بہتر ہے انساں بننا۔ جبھی تو کہا گیا ہے کہ اطاعت الٰہی کیلئے فرشتے کو کوئی قربانی نہیں دینا پڑتی۔ مگر انسان کیلئے تو دنیا میں سینکڑوں پابندیاں ہیں۔ بندھن ہیں لذات کی کشش ہے۔ ان بندھنوں کو توڑ کر قرب الٰہی حاصل کرے گا۔ تو فرشتے سے بہتر کیونکر نہ ہوگا۔ طاعت اور عبادت میں وقعت اور وزن اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آدمی بکھیڑوں کو اللہ اکبر کہہ کر قطع کر دیتا ہے۔

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

جواب ملا "اماں جی! ہُن منیٰ واپس جانا اے" اماں جی بیزار ہو کر بولیں! "حالے منیٰ دا سیاپا رہ گیا اے"

منیٰ میں قیام اسی صورت "سیاپا" بن سکتا ہے جب کسی تیاری کے بغیر اٹھ کر لطور پکنک حج کیا جائے اور یوں لاگ بک میں ایک اور حج کا اضافہ ہو جائے۔

مزدلفہ سے واپس منیٰ جو پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے حاجی حضرات لوٹوں سے محترمات کے سروں پہ پانی ڈال رہے تھے۔ اور وہ اپنے بالوں کو کھلے عام شیمپو کر رہی تھیں۔ یعنی احرام اُتر چکے تھے یا شرم و حیا بھی ساتھ ہی اتر گئی تھی کہ سر کھلے منظر عام پہ بیٹھ کر شیمپو ہو رہا تھا۔

غرض شام ہوتے ہوتے ہمیں تو ایسا معلوم ہوا کہ منیٰ کے حاجی کیمپ میں بالکل پرستان کا سماں بندھ گیا ہے۔ جدھر نگاہ جاتی تھی، پریاں نظر آتی تھیں، شوخ و تنگ لباس، میک اپ

اور زیورات میں سے کوئی بھی ارمان ایسا نہ تھا جو بعض بیبیوں نے پورا نہ کیا ہو۔ دوسری طرف حاجی حضرات بھی عید منانے پر پوری طرح مُصر تھے۔ گلوں میں سونے کے لاکٹ پہنے آنکھیں سینکتے پھر رہے تھے کیوں نہ ہو جبکہ بعض محترمات نازیبان مسالحہ کی ماڈل گرل کا نمونہ بنی ہوئی تھیں۔

یہ لیجیے نک سک تک آراستہ بجنیں پہاڑیوں پر کھڑی حاجی حضرات کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، پوز بدل بدل کر تصویریں اتروا رہی ہیں! ادھر فوٹوگرافر مطالبہ کر رہا ہے کہ ذرا مسکرایئے۔ سچ پوچھیے تو کسی فلم کی آؤٹ ڈور شوٹنگ کا سماں ہے۔ کیا غضب کا فلمی حج ہے۔ قارئین کرام! یاد رہے یہ وید ہے شنید نہیں۔ اور یہ لیجیے! غضب پر غضب ہو گیا تصویروں کے لیے پوز بنانے کی ہڑبونگ میں کہیں بعض بی بی سے ہیرے کی انگوٹھی پتھروں میں کھو گئی۔ کئی ہزار ریال کا نقصان ہو گیا! بعد میں جب کئی ہزار ریال کو چار سے ضرب دے کر پاکستانی کرنسی میں حساب لگایا تو قیامت گزر گئی۔ کئی حاجی صاحبان ہاتھوں میں ٹارچیں لیے سر سے کفن باندھ کر جہاد کرنے نکلے اور لگے پتھر ہٹا ہٹا کر انگوٹھی ڈھونڈنے مگر وہ سلیمانی انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔

آخر میں کیمپ کے دوسرے حاجیوں سے تفتیش کی گئی لے دے کر برقع پوش خواتین پر مشکوک نگاہیں پڑنی شروع ہوئیں۔ شاید اس لیے کہ وہ شروع سے آخر تک ایک چادر باندھ کر اس کی اوٹ میں بیٹھی رہیں۔ اور جب ضرورت سے باہر نکلتیں تو برقع پہن کر نکلتی تھیں۔ سارا کیمپ چھوڑ کر خاص طور سے انہی سے کہا گیا کہ ہیرے کی انگوٹھی گم ہو گئی ہے آپ نے تو نہیں لی۔ انہوں نے بصد ادب عرض کیا کہ نہیں بی بی ہم نے تو آپ کی انگوٹھی نہیں لی۔ اس پر انہیں اچھی طرح سے تاکید کی گئی کہ دیکھیے۔ اگر ملے تو دے دیجئے گا۔" آنکھیں کھول میں خاک ڈالوں" شاید اسی کو کہتے ہیں۔

اس طوفان بدتمیزی میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ منیٰ میں قیام کے تین روز جس شیطان کو ہم کنکریاں مارتے ہیں وہ کہیں باہر تو نہیں۔ کنکریاں تو ہم دراصل اپنے اندر کے شیطان کو مارتے ہیں اور وہ ذات شریف مار کھا کھا کر اور زیادہ چونچال ہو جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت ابلیس حج کے پانچ دنوں میں جتنا سرگرم ہوتا ہے اتنا تو شاید سال بھر میں نہ ہوتا ہو۔ اور کیوں نہ ہو۔ آخر اس نے ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ کے حضور چیلنج بھی تو کیا تھا۔

"اے اللہ! مجھے اس آدم کی وجہ سے ذلیل و خوار ہونا پڑا ہے۔ اس لیے اگر قیامت کے دن تک مہلت دی جائے تو میں انہیں بہکانے کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں انہیں ان کے دائیں طرف سے اور ان کے بائیں طرف سے ورغلاؤں گا اور ان کے سامنے سے وار کروں گا۔ اور ان کے پیچھے سے وار کروں گا اور ان میں سے اکثر کو تو شکر گزار نہ پائے گا۔" (الاعراف)۔

جہاں غلط کام ہو رہے ہوں اور شیطانی سرگرمیاں جاری ہوں وہاں حضرت ابلیس کو بھلا کیا پڑی ہے کہ بہ نفس نفیس براجمان ہوں وہاں تو شیاطین الانس خود ہی کافی ہیں ابلیس کی اصل جولانگاہ تو وہ جگہیں ہیں جہاں اس بات کا احتمال ہو کہ کہیں لوگ صراط مستقیم پر نہ چلنے لگیں۔ اور کوئی بندۂ خدا سچے دل سے اپنے رب کی عبادت کر کے اس سے تعلق نہ جوڑے لہٰذا سامنے اور پیچھے سے دائیں اور بائیں طرف سے ابلیس حملے جاری رہتے ہیں۔ جیسا رنگا رنگ اجتماع منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے حاجی کیمپوں میں دیکھنے میں آیا۔ ایسا شاید ہی کہیں اور ہوتا ہو اسی طرح کپڑے کی جو خرید و فروخت منیٰ میں ہوتی ہے اس کی مثال شاید کہیں نہ ملے گی۔

عید کے دوسرے دن وہ حاجی صاحبان قربانی کر کے واپس آنے شروع ہوئے جنہیں پہلے دن اس کا موقع نہیں ملا تھا۔ ایکا ایکی ایک جانب سے آواز آئی ابو! آپ نے اپنا سر کیوں منڈوا دیا؟ اب آپ اچھے نہیں لگ رہے! ایک معصوم بچی اپنے باپ سے شکوہ کر رہی تھی۔ اور باپ بڑے پیار سے اپنی منی سی بیٹی کو سمجھا رہا تھا "بیٹی ابھی تو سر اللہ تعالیٰ کی خاطر منڈوایا ہے۔ اگر کل کسی وقت یہ سر کٹوانا بھی پڑے تو انشاء اللہ ضرور کٹوئیں گے"

یقین کیجیے سخت شگفتہ اور معطر ہوا کا ایک جھونکا اس تمام کدورت کا اثر زائل کر گیا جو چاروں تک طوفان بدتمیزی

دیکھ کر پیدا ہو گئی تھی۔ بے اختیار دل سے دعا نکلی "یا اللہ! تو اپنے فضل و کرم سے ایسے لوگوں میں اضافہ کر دے جو تیری راہ میں سر کٹوانے کا عزم صمیم رکھتے ہیں"۔

ایام حج ختم ہونے کے بعد منیٰ سے واپسی کے وقت معلم صاحب حاجیوں کو رخصت فرما رہے تھے اور اگلے سال پھر خدمت کا موقع دینے کی تاکید کر رہے تھے کہ ایک بزرگ خاتون نے بس کی کھڑکی سے منہ نکال کر انہیں مشورہ دیا۔ "میاں! تم یہ حج وحج کرانے کا چکر چھوڑ دو اور بس اپنا وڈیو کا کاروبار کرو کہ تمہیں یہی سجتا ہے"۔

بعد میں معلوم ہوا کہ معلم صاحب کا مکہ اور جدے میں وڈیو کا بڑا وسیع کاروبار ہے۔ بہت سی ایسی بھارتی فلمیں جن پر فحش ہونے کی وجہ سے بھارت میں پابندی لگا دی گئی تھی اور کہیں نہیں مل رہی تھیں وہ شائقین کو انکے اسٹور سے دستیاب ہو گئیں۔ انہی معلم صاحب کی دکان پر علیں حرم شریف کے سامنے "ہرے کرشن ہرے رام" میں نشے میں ہوں، اور "بول رادھا بول" کے راگ الاپے جاتے ہیں۔ ؏

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

بناسپتی حاجیوں کے بعد اب سنئے عمرے کی غرض سے آنیوالوں کی رام کہانی۔ ایک بزرگ کراچی سے عمرے کے لئے آئے، جدے کے ایک پاکستانی ریستوران میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ یکایک بیرے نے آکر سرگوشی کی "صاحب جی! اوپر کی منزل میں آگ لگ رہی ہے۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو بھی دیکھنی ہو تو اوپر آجایئے گا۔ دس ریال ٹکٹ ہے"۔

ان بھولے بھالے بزرگ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ یا اللہ! یہ کیسی آگ ہے کہ سب لوگ دس دس ریال کا ٹکٹ لے کر دیکھ رہے ہیں۔ اور کوئی بندۂ خدا نہیں بجھاتا۔ بے اختیار

با اعتماد ایمان دار ادارہ

KARWAN
ESTATE AGENCY

جائیداد
کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں
ہماری خدمات حاصل کریں۔

FOR
SALE & PURCHASE OF
PROPERTY

115- Ferozpur Road
NEAR GLAXY CINEMA, LAHORE.16
PHONES : 418775-413091
271765-270686

فرمانے لگے "میاں! آگ لگ رہی ہے تو فائر بریگیڈ والوں کو فون کر دو آکر بجھائیں۔ تم لوگوں کو تماش بینی کا اس قدر شوق ہو گیا ہے کہ آگ جیسی چیز کا بھی تماشا بنا لیتے ہو"۔

اس پہ بیرے نے ہنس کر مزید روشنی ڈالی کہ صاحب اوپر "آگ" نام کی فلم چل رہی ہے۔ سچ مچ کی آگ نہیں ہے۔ بیرا یہ کہہ رہا تھا اور وہ بزرگ حیرانی سے اس کا منہ تک رہے تھے۔ اور سوچ رہے تھے کہ وہ کراچی سے ارض مقدس عمرہ کرنے آئے ہیں یا فلمیں دیکھنے۔

فلموں کا ذکر چل نکلا تو لگے ہاتھوں ایک واقعہ سن لیجیے۔ کہ اس کے پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہو گا۔ سقوط مشرقی پاکستان کا سانحہ پیش آیا تو جدے میں بھارتی سفارتخانے میں شام کے وقت جشن فتح کا اہتمام ہوا۔ اس میں بھارت کی ایک مشہور فلم دکھائی گئی اور اس کے بعد مٹھائی تقسیم کی جانے والی تھی۔ بھارتی سفارتخانے میں کام کرنیوالے مسلمان اہلکار سقوط مشرقی پاکستان پہ تمام دن دل گرفتہ رہے تھے کہ اغیار کے سامنے اسلامی پرچم سرنگوں ہو گیا تھا۔ ان کے دل رو رہے تھے۔ اگرچہ آنکھیں خشک تھیں وہ مشینی انداز میں اپنے فرائض بجا لا رہے تھے۔ بار بار سوچتے کہ اب اپنے وطن بھارت جا کر کافروں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بقول شاعر ع

طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

بہر حال وہ لوگ ملازم تھے اور مجبور تھے اور اب نئے سرے سے مفتوح بھی ہو گئے تھے۔ اپنے دل کا غم دل میں چھپائے جشن فتح کے انتظامات کرتے رہے۔ شام کے وقت جب فلم دکھائی جانے لگی تو بھارتی سفارتخانے کے ملازمین نے بصد حیرت و استعجاب یہ منظر دیکھا اور آنکھیں مل مل کر بار بار دیکھا کہ بیشتر پچھلی نشستوں پہ پاکستانی حضرات و خواتین تشریف فرما ہیں۔ فلم ختم ہونے پہ جب مٹھائی کے پیکٹ تقسیم ہوتے تو پاکستانی خواتین و حضرات نے سقوط مشرقی پاکستان کی خوشی میں مٹھائی فاتح دشمن کے ہاتھوں سے لی اور کھائی۔ جب آنکھ کا نشہ اور کن

رسی کی عادت اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو قومیں اسی طرح بے حس اور بے غیرت ہو جاتی ہیں۔

یہ بے حسی اور بے غیرتی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بندگان خدا نے مکے اور مدینے کی حرمت اور عمرہ و حج کی تقدیس بھی پامال کر ڈالی ہے۔ سورہ حج میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور جو اللہ کی عظیم نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی بدولت ہے" دوسری طرف فرمایا گیا کہ جو شخص حرم میں الحاد پھیلائے اور ظلم کرے اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

ایک صاحب جو خیر سے برٹش نیشنل ہیں۔ لندن سے عمرہ کرنے تشریف لائے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں اپنے میزبان سے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے وجود کا آخر ثبوت کیا ہے؟ ہم کیسے مان لیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ ہے" (نعوذ باللہ)۔

میزبان پہلے تو یہ کلمات سن کے ہکا بکا رہ گئے کہ اگر وجود باری تعالیٰ ہی کے بارے میں شک و شبہ ہے تو یہاں تشریف آوری کس لیے ہوئی۔ لیکن بعد میں ان صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کی فہرست خریداری دیکھ کر اندازہ لگایا کہ آنے کی اصل غرض و غایت کیا ہے۔ سوچ بچار کے بعد میزبان صاحب نے اپنے نازک مہمان سے فرمایا کہ جلدی نہ کیجیے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت آپ کو آپ کے اندر سے خود ہی مل جائے گا۔ اور ارض مقدس میں قیام کے دوران ہی انشاء اللہ ملے گا۔

بہر حال وہ مکے تشریف لے گئے۔ فارغ ہو کر لوٹے تو اپنے میزبان سے فرمانے لگے۔

YOU KNOW THERE WAS THE WEEPING WALL THERE!

اب گھر والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ دیوار گریہ تو بیت المقدس میں ہے اور یہودی اس سے چمٹ چمٹ کر ہیکل سلیمانی کی بربادی کو روتے ہیں یہ مکے میں دیوار گریہ کہاں سے آ گئی؟ اس پہ مزید ارشاد ہوا کہ حجر اسود کے پاس جو دیوار ہے وہاں دروازے کے نیچے بہت سے لوگ چمٹ کر رو رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ ملتزم کا ذکر ہو رہا ہے سننے والوں نے سر پیٹ لیا۔ کچھ جہالت ہی جہالت ہے کہنے سے یہ گل کھلا کہ ہمارے پاکستانی برٹش نیشنل صاحب

نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ واپسی میں کار کو حادثہ پیش آیا جس میں خاصے مجروح ہوئے۔ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھے تھے۔ ونڈ سکرین ٹوٹنے سے پورے چہرے پہ زخم آئے۔ مگر الحمدللہ آنکھیں محفوظ رہیں۔ جب اپنے میزبان کے گھر پٹیوں سے ڈھکے چہرے کے ساتھ واپس پہنچے تو گھر والوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ ایسے شدید حادثے میں دونوں آنکھیں محفوظ رہیں۔ تو ان صاحب نے بے اختیار فرمایا "بس اللہ نے بچا لیا!" اس وقت ان کے میزبان نے یاد دلایا کہ آپ نے مجھ سے وجود باری تعالیٰ کا ثبوت مانگا تھا۔ اب خود آپ کے دل کے مفتی نے ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ یہ آنکھیں بچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ خدا کرے کہ اس واقعے سے آپ کے دل کی آنکھیں بھی کھل جائیں۔!

ایک اور محترمہ کینیڈا سے عمرے کی غرض سے تشریف لائیں۔ وہ کینیڈا میں تدریس کا کام کرتی ہیں۔ جب میں اپنی خالہ کے ہاں قیام کیا اور انہی کے ساتھ پہلی مرتبہ حرم شریف گئیں۔ خانہ کعبہ پہ نگاہ پڑتے ہی اپنی خالہ سے پوچھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اس کے اندر ہے یا اس کے اوپر!"

ان کی خالہ اپنی عالم فاضل اعلیٰ ترین ڈگری یافتہ بھانجی کا منہ تکتی رہ گئیں۔ بالآخر بولیں "بیٹی! تم پڑھی لکھی تھیں ہمارے پاکستان اور بھارت کی برتن اور کپڑے دھونے والی ان پڑھ مائیاں زیادہ تعلیم یافتہ ہیں جو کم از کم اتنا تو جانتی ہیں کہ "یہ میں اللہ تعالیٰ کا گھر خانہ کعبہ ہے جو سارے مسلمانوں کا قبلہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آرام فرما رہے ہیں"۔
یہ ہے نتیجہ اولاد کو دینی تعلیم نہ دینے کا!

اب آیئے زیارت مدینہ شریف کی طرف۔ ماہ رمضان کا آخری عشرہ تھا اور پچیسویں شب، شبینہ پڑھ کر ہم اپنی قیامگاہ پاکستان ہاؤس آئے۔ ابھی اپنے کمرے میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ ہال میں بیٹھے لوگوں میں سے ایک شوخ و شنگ آواز کانوں سے ٹکرائی "یہ ہمارے مذہب میں سختی کچھ زیادہ ہی ہے کہ ایک دن میں پانچ پانچ نمازیں پڑھنی پڑتی ہیں۔ ذرا عیسائیوں کے مذہب کی طرف دیکھئے وہاں ہفتے میں صرف ایک یعنی اتوار کی نماز ہے اور اس میں بھی کوئی سختی نہیں، چاہو تو گرجے میں جا کر پڑھ لو اور چاہو تو نہ پڑھو کوئی نہیں پوچھتا"۔

یہ الفاظ پگھلے ہوتے سیسے کی طرح میرے کانوں میں اتر گئے۔ پلٹ کر دیکھا تو ہال میں لمبے لمبے بالوں اور قلموں والے نوجوان اور کچھ فیشن زدہ لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ جو لڑکی یہ الفاظ کہہ رہی تھی اس نے شاید اپنی زندگی میں پہلی بار پانچ نمازیں مدینے آکر پڑھی ہوں گی۔ جبھی تو وہ نمازیں اس پہ اس قدر گراں گزریں اور بے اختیار عیسائیوں کے مذہب کی طرف للچائی ہوئی نگاہیں اٹھ گئیں۔ جس میں ہفتے میں صرف ایک ہی نماز ہے۔

اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ یہ گل افشانی کہاں ہو رہی ہے مدینہ شریف میں، عین گنبد خضرا کے سائے میں اور رمضان کی پچیسویں شب کے ڈھائی بجے یہ وہ شب ہے جس میں مدینے ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں ہر سچا مسلمان سجدہ ریز ہوتا ہے اور اپنے رب سے تعلق جوڑتا ہے۔ لیکن ہماری نئی نسل کو اس بابرکت رات میں جو ممکن ہے لیلۃ القدر ہی ہو توفیق ہوئی تو یہ کہ اپنے دین میں سختی کچھ زیادہ ہوتے کا شکوہ کریں کاش! ہمارا نظام تعلیم آئندہ نسلوں کو دین حنیف پہ فخر کرنا سکھا دے۔ کاش! ہمارے حاجی، صرف حاجی ہوں۔ اسمگلر اور بھکاری نہ ہوں۔

بقیہ
داستانِ حرم

پاک میں باپ بیٹے کی اس گفتگو کا نہایت دلکش انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا: "یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری (یعنی اے میرے پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں"۔ تابع فرمان بیٹے نے فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے عاجزانہ انداز میں عرض کیا۔ "یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔" "اے ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا اسے کر گزریئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے"۔

معارف القرآن

عید اور تہوار

دنیا میں ہر قوم اور ہر مذہب و ملت کے لوگ اپنے اپنے حالات اور خصوصیات کے ماتحت اپنے خاص خاص تاریخی واقعات سے کے دنوں کی یادگاریں مناتے ہیں۔ اور ان ایام کو ان کے یہاں ایک عید یا تہوار کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

کہیں قوم کے بڑے آدمی کی پیدائش یا موت کا یا تخت نشینی کا دن منایا جاتا ہے۔ اور کہیں کسی خاص ملک یا شہر کی فتح یا اور کسی عظیم تاریخی واقعہ کا جس کا حاصل خاص اشخاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام۔ اشخاص پرستی کا قائل نہیں۔ اس نے اس تمام رسوم جاہلیت اور شخصی یادگاروں کو چھوڑ کر اصول اور مقاصد کی یادگاریں قائم کرنے کے اصول کو اپنایا۔

حضرت ابراہیمؑ کو "خلیل اللہ" کا خطاب دیا گیا اور قرآن کریم میں ان کے امتحانات اور ان سب میں ان کی کامیابی کو سراہا گیا۔ اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن کا یہی مفہوم ہے لیکن نہ ان کی پیدائش یا وفات کا دن منایا گیا نہ ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ اور نہ ان کی والدہ کی پیدائش و موت یا دوسرے حالات کی کوئی یادگار قائم کی گئی۔

ہاں ان کے اعمال میں جو چیزیں مقاصد دین سے متعلق تھیں ان کی یادگاروں کو نہ صرف محفوظ رکھا گیا بلکہ آنے والی نسلوں کے دین و مذہب کا جزو اور فرض و واجب قرار دیا گیا۔ قربانی، ختنہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا منیٰ میں تین جگہ کنکریاں مارنا۔ یہ سب انہی بزرگوں کے ایسے افعال کی یادگار ہیں۔ جو انہوں نے اپنے نفسانی جذبات اور انسان کے طبعی تقاضوں کو اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے مقابلے میں کچلتے ہوتے ادا کئے تھے اور جن میں ہر قرن اور ہر زمانہ کے لوگوں کو اس کا سبق ملتا ہے کہ انسان کو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی محبوب سے محبوب چیز کو قربان کر دینا چاہیئے۔

اسی طرح اسلام میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی موت، حیات یا شخصی حالات کا کوئی دن منانے کی بجائے ان پہ اعمال کی یادگار کے دن منائے گئے جو کسی خاص عبادت سے متعلق ہیں۔ جیسے شب برات۔ رمضان المبارک۔ شب قدر یوم عرفہ یوم عشورہ وغیرہ۔ عیدین صرف دو رکھی گئی ہیں۔ وہ بھی خالص دینی لحاظ سے پہلی عید رمضان المبارک کے اختتام اور شہر حج کے شروع ہونے پر رکھی گئی اور دوسری عید عبادت حج سے فراغت کے بعد رکھی گئی۔

ایک مرتبہ چند علمائے یہود حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پہ نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا ایک جشن عید مناتے۔ آپ نے پوچھا کون سی آیت۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا؛ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے جواب میں فرمایا۔ ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی۔ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لیے دوہری عید کا دن تھا۔ ایک عرفہ دوسری جمعہ۔

فاروق اعظمؓ کے اس جواب نے بتا دیا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہماری عیدیں تاریخی واقعات کے تابع نہیں کہ جس تاریخ میں کوئی اہم واقعہ پیش آیا اس دن کو عید منائیں۔ جیسا کہ قدیم جاہلیت کی رسم تھی۔ اور آج کل کی جاہلیت جدیدہ نے تو اسے بہت ہی پھیلا دیا ہے۔ یہاں تک کہ دوسری قوموں کی نقل کر کے مسلمان بھی اس میں مبتلا ہوتے گئے۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے یوم پیدائش کو عید منا دیا۔ اس کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو عید میلاد النبیؐ بنا دیا۔ اور اس روز بازاروں میں جلوس نکالنے اور اس میں طرح طرح کی خرافات کو اور رات کو

چراغاں کرنے کو عبادت سمجھنے لگے جس کی کوئی اصل صحابہ، تابعین اور اسلاف امت کے عمل سے نہیں ملتی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دن منانے کا طریقہ ان قوموں میں تو چل سکتا ہے جو باکمال افراد ان کے حیرت انگیز کارناموں کے لحاظ سے مفلس ہیں۔ دو چار شخصیتیں کل قوم میں اس قابل ہوتی ہیں اور ان کے بھی کچھ مخصوص کام ایسے ہوتے ہیں جن کی یادگار منانے کو لوگ قومی فخر سمجھتے ہیں۔

اسلام میں یہ دن منانے کی رسم چلے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش تو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی نہ صرف پیدائش بلکہ ان کے حیرت انگیز کارناموں کی طویل فہرست ہے۔ جن کے دن منانے چاہئیں۔ انبیاء کے بعد امام الانبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھا جائے تو آپ کی زندگی کا کوئی دن بھی ایسے کارناموں سے خالی نہیں جن کا دن منانا چاہیئے بچپن سے لیکر جوانی تک کے وہ کمالات جنہوں نے پورے عرب میں آپ کو امین کا لقب دیا تھا۔ کیا وہ ایسے نہیں کہ مسلمان ان کی یادگاریں منائیں، پھر نزول قرآن، ہجرت، غزوۂ بدر، احد، خندق، فتح مکہ، حنین اور تبوک بلکہ تمام غزوات نبوی میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی یادگار نہ منائی جائے۔ اسی طرح حضورؐ کے ہزاروں معجزات یادگار منانے کی چیزیں ہیں اور بصیرت کے ساتھ دیکھا جائے تو حضورؐ کی حیات طیبہ کا ہر دن بلکہ ہر گھنٹہ ایک یادگار منانے کا داعیہ رکھتا ہے۔

حضور اکرم کے بعد قریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام ہیں جن میں سے ہر ایک درحقیقت حضور اکرمؐ کا زندہ معجزہ ہے کیا یہ بے انصافی نہیں ہوگی کہ ان کی یادگاریں نہ منائی جائیں۔

ظاہر ہے خود قرآن پاک ان کی تعریف اس طرح مدح سرا ہے فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ یعنی جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین پر پیشانی کے بل لٹا کر ان کے گلے پر چھری چلانے لگے تو آسمان کے فرشتوں سے یہ نظارہ نہ دیکھا جا سکا وہ بے ساختہ چلانے لگے کہ اے اللہ! واقعی ابراہیم تیرا خلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھری کو حکم دیا خبردار میرے عاشق صادق کے بیٹے اور میرے شیدائی کے بال کو بھی بیکانہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوتا ہے۔

"اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچا کر کے دکھلایا۔ یہ ہماری جانب سے ایک بہت ہی بڑا امتحان تھا اس امتحان میں تم کامیاب قرار دیئے گئے۔

اس کامیابی کی یادگار میں آج بھی امت مسلمہ دسویں ذالحجہ کو جانور ذبح کر کے عید مناتے ہیں درحقیقت یہ ان کے عرق انفعال کے موتی ہیں جو شان کریمی نے چن لیے ہیں۔ ؎

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

(ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں)

نگارشات

المرشد آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اشاعت کے لیے اپنی نگارشات بھیج کر تعاون کیجیے۔ البتہ ان چند باتوں کا خیال ضرور رکھیے۔

۱۔ لکھائی کاغذ کے ایک طرف ہو، صاف ہو، خوش خط ہو، ایک لائن چھوڑ کر لکھا ہو، مضمون شکستہ خط میں نہ لکھیے کیونکہ کتابت میں مشکل پیش آتی ہے۔

۲۔ قرآن پاک کی آیات صاف اور صحیح لکھیے، آیت پوری لکھیے، زیر زبر تک کا خیال رکھیے۔ آیات شکستہ خط میں ہرگز نہ لکھیے۔ قرآن پاک سے مقابلہ کر کے آیات کے صحیح ہونے کا اطمینان کر لیجیے

اشاعت کے لیے نگارشات اس پتے پر ارسال کیجیے۔

ماہنامہ "المرشد" گارڈی ٹرسٹ بلڈنگ، نابلٹن روڈ، لاہور۔

جہانِ دل

حافظ عبدالرزاق

حجۃ الوداع کے خطبے میں ایک مستقل حکم دیا گیا کہ فلیبلغ الشاھد الغائب یعنی جو موجود ہیں وہ یہ پیغام ان تک پہنچائیں جو موجود نہیں۔ اس آواز میں اتنی قوت تھی کہ صدیاں بیت گئیں مگر یہ سلسلہ ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود بند نہیں ہوا۔ وہ چیز کیا تھی جسے پہنچانے کا حکم دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز وہی تھی جو حکم دینے والے نے خود پہنچا کے دکھا دیا۔ لوگ کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں اس کا اہتمام ہوتا رہا گو ہمارے دور میں تو یہ مہم پورے جوبن پہ آئی ہوئی ہے۔ ہر بستی ہر قریہ ہر شہر میں دینی مدارس اور دارالعلوم کھلے ہوئے ہیں اور ہزاروں بلکہ لاکھوں علم کے پیاسے ان میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

تبلیغ دین کا یہ عالم ہے کہ دھڑا دھڑ کتابیں لکھی جا رہی ہیں پمفلٹ چھاپے جا رہے ہیں۔ ماہناموں اور سہ روزوں اور ہفت روزوں کا سیلاب آ رہا ہے۔ اخباروں میں دین کی تبلیغ کے لیے صفحات مختص ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جرائد جو خالص لادینی نظریات پھیلانے کی غرض سے جاری ہوتے ہیں ان میں بھی دین کیلئے کچھ صفحات موجود ہوتے ہیں۔ خواتین کے وہ رسالے جن کے پہلے صفحے پر کسی ماڈرن خاتون کی نیم برہنہ تصویر چھاپی جاتی ہے ان میں بھی قرآن و سنت کے بیان کے لیے کوئی صفحہ ضرور موجود ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے ذرائع ابلاغ میں سے ریڈیو اور ٹی۔ وی جو بے دینی اور بے حیائی پھیلانے کے واحد، موثر اور نتیجہ خیز ذرائع ہیں جنھوں نے نئی نسل کو دین بیزار بلکہ دشمن دین، آوارہ اور بے مقصد زندگی بسر کرنے کا شیدائی بنا دیا ہے۔ ان میں بھی قرآن و سنت کے درس دیئے جاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ قرآن کا درس دینے کے لیے ایسے سکالر مقرر کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہو جن کا قرآن پہ ایمان ہی نہ ہو۔ دین کی تبلیغ ضرور ہوتی ہے۔

جہاں تک زبانی تبلیغ کا تعلق ہے ہر مسجد میں ہر منبر اور ہر سٹیج سے دین کی تبلیغ ہوتی ہے اور لاؤڈ سپیکر پہ ہوتی ہے۔ مبلغین کے کیسٹ ہزاروں کی تعداد میں تیار ہوتے ہیں اور سنے جاتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے سہ روزے اور چلے پوری دنیا میں لگائے جاتے ہیں۔ مگر معاشرے میں اس سب محنت کا اثر کہیں نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ عملی زندگی میں دیکھیے تو بازار اور منڈی میں ایک دین کے مبلغ کے رویے اور ایک بے دین کے رویے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کھیت اور کارخانے میں دیکھیے تو دیکھنے والوں کو دیندار بلکہ مبلغ دین اور بے دین کی زندگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ دفتر اور کچہریوں میں دیکھیے تو ایک دیندار بھی رشوت کے بدلے اسی طرح سودے کر رہا ہے جس طرح ایک بے دین۔ بلکہ ایسے مناظر بھی ملیں گے کہ ہاتھ میں تسبیح کے دانے ٹھکا ٹھک چلائے جا رہے ہیں اور زبان سے رشوت کا سودا بھی ہو رہا ہے عام زندگی کا ڈھنگ دیکھیے تو جس تھوک پیمانے پر ڈاکے، قتل، فساد، غنڈہ گردی کا کاروبار ہو رہا ہے اس کی نظیر ماضی میں کم ہی ملتی ہے۔

آخر ایسا کیوں ہے؟ یوں لگتا ہے کہ پہنچانے والوں نے پہنچانے والی چیز کے سلسلے میں ٹھوکر کھائی ہے یا ڈنڈی مار گئے ہیں۔ انھوں نے پہنچانے کا حکم دینے والے سے پہنچانے کا سلیقہ نہیں سیکھا۔ بات کی ادھوری تعبیر کی۔ یعنی انھوں نے سمجھا کہ بات پہنچاؤ اس طرح کہ زبان سے نکلے اور کان سے ہوتی ہوئی دماغ تک پہنچ جائے۔ ذہن میں بیٹھ جائے اور دماغ اور عقل کو علم سے مالا مال کر دے لیکن یہ نہ سوچا کہ یہ تو معلومات کا انبار جمع کرنا ہے۔ اس کو علم کہنا ہی پہلے درجے کی نا انصافی ہے۔ کیونکہ علم کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ کہ عالم وہ ہے جس کا اپنے ... کے ساتھ قلب میں خشیت پیدا ہو تو پوری عملی زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے۔ اور زندگی کا نمونہ وہ بن جاتا ہے جو پہنچانے کا حکم دینے والے نے عملاً بنا کے دکھا دیا اور اس حقیقت کا ایک بدترین دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بات پہنچانے کی اس

ہمہ پہلو کوشش میں دل کو نظر انداز کر دیا گیا۔ صرف ذہن اور عقل پہ ساری توجہ مرکوز کر دی گئی ہے۔ قلب کی طرف اس بے توجہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان پڑھا لکھا ہوا بلکہ عالم ہونے کے باوجود حیوان ہی رہا۔ بلکہ ترجمان حقیقت تو اسے زندگی کہنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ ؎

نصیب اوست مرگ ناتمامے
مسلمانے کہ بے اللہ ہُو زیست

اس حقیقت کا سراغ اسے کہاں سے ملا۔ معلوم ہوتا ہے اس نے اللہ کی کتاب کو آنکھیں کھول کر اور دل کے دریچے وا کر کے پڑھا۔ قرآن نے بتایا کہ محسن کائنات نے تمہاری تربیت اس طرح کی کہ تمہارے دل کو بدلا۔ وہ یوں کہ تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی۔ بلکہ اس نے ایمان کو تمہارے دلوں میں سجا کے رکھ دیا۔ اور کفر، نافرمانی اور بے راہروی سے تمہارے دل متنفر ہو گئے۔ (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس نے بہت سی کتابیں پڑھا دیں۔ تمہیں بہت سے علوم سکھا دیئے۔ نہیں بلکہ اس نے اپنی ساری کوشش تمہارے دلوں کو بدلنے میں صرف کر دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سند دیدی کہ میں نے ان کا امتحان لیا۔ جانتے ہو امتحان کیسے لیا ہے؟ کہ میرے حبیب نے میری بات ان تک کیسے پہنچائی۔ کیا یہ امتحان کچھ اس طرح تھا کہ دیکھیں انھوں نے کتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ کون کون سے علوم پہ عبور حاصل کیا۔ کس کس فیلڈ میں ریسرچ کی ہے۔ نہیں، امتحان کا طریقہ بھی نرالا تھا۔ ارشاد باری ہے ہم نے ان کے دلوں کو جانچا اور ثابت ہوا کہ ان کے دل تقویٰ سے لبریز ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تقویٰ ہی انسانیت کی روح ہے کیونکہ توفیق عمل، اصلاح عمل اور قبولیت عمل کا مدار ہی تقویٰ پہ ہے۔ جب دل میں تقویٰ نہیں ہوگا سارا عمل تصنع ہوگا۔ بناوٹ ہوگی۔ نمود و نمائش ہوگی یا زیادہ سے زیادہ ضابطے کی کارروائی ہوگی جو روح سے خالی ہوگی۔

ہماری اس ساری کوشش کے بے سود اور رائیگاں جانے کا سبب اور ہماری محرومی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے دل کی دنیا کی طرف کبھی نگاہ ہی نہیں کی۔ یہ ویران اور اجاڑ پڑی ہوتی ہے کسی مدرسے، کسی دارالعلوم میں دل کی دنیا کو آباد کرنے کا کوئی اہتمام نہیں۔ بلکہ یہ نصاب ہی سے خارج ہے۔ اس لیے کتابوں کا چرچا ہے۔ معلومات کی بہتات ہے علم کا نشان نہیں۔

لوگو! اپنے دل کی دنیا کی خبر لو اسے اللہ سے آشنا بناؤ۔

جہان دل جہان رنگ و بو نیست
درو پست و بلند و کاخ و کو نیست
زمین و آسمان و چار سو نیست
درین عالم بجز اللہ ہُو نیست

بقیہ حج

منیٰ میں غروب ہو تو پھر تیرہ کو دعا کر کے آئے لیکن اگر بارہ کو دعا کر کے غروب آفتاب سے پہلے منیٰ سے واپس ہوا تو پھر تیرہ کو دعا اس پہ واجب نہ رہی۔ نیز تیرہ کو دعا زوال آفتاب سے پہلے بھی درست ہے۔

یہ جملہ احکام کیفیات قلبی سے متعلق ہیں۔ یہ سب تو اس کے لیے ہے۔ مَنِ اتَّقیٰ کہ جو اللہ سے ڈرنے والا ہو جس کے دل میں اللہ کی طلب اور اس کی ناراضگی کا خوف ہو۔ برخلاف اس کے جو دل عظمت باری سے خالی ہو اور حج بھی اپنی بڑائی کے اظہار کے طور پہ کر رہا ہو سو اس کا احکام بجا لانا یا ترک کرنا برابر ہی ہے اور اے لوگو! اللہ سے ضرور ڈرو کہ تمہیں اسی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حج سے فارغ ہو کر آنیوالا گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر آتا ہے جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ تو گویا جو شخص پہلے بھی نافرمان تھا اور دوران حج بھی سستی اور نافرمانی کرتا رہا اور لوٹ کر آنے پہ بھی حال وہی ہے تو گویا اس نے حج کیا ہی نہیں۔ اگر اسے گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوتی تو دل گناہوں سے متنفر ہو جاتا۔ ہاتھ پاؤں اللہ کی نافرمانی سے رک جاتے کہ دوران حج بھی تو ہر مقدس مقام پہ اس نے گزشتہ سے معافی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔ سو قبولیت حج کی دلیل یہی ہے کہ دل دنیا کی محبت سے خالی ہو جائے اور آخرت کی رغبت پیدا ہو جائے۔ اللہ کریم جملہ اہل اسلام کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

دارالعرفان میں اعتکاف کا منظر

ظہور الحق ۔ پی ایچ ڈی

اعتکاف کی ایک قسم سنت موکدہ علی الکفایہ ہے جو لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں یعنی ۲۰ رمضان مغرب سے ذرا پہلے سے لیکر آخری روزہ کے اختتام تک کیا جاتا ہے۔ ہر سال دارالعرفان میں اس سالانہ اعتکاف کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ سلسلہ کے ساتھی کثیر تعداد میں معتکف ہوتے ہیں۔ اس سال یعنی ۱۴۲۰ھ کا اعتکاف ، ۷ مئی ہفتہ کو عصر اور مغرب کے درمیان شروع ہوا اور ۱۷ مئی بروز منگل افطار صوم کے وقت ختم ہوا۔ اس عرصہ کے دوران جو اعمال وغیرہ ہوتے رہے ان کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ملک کے طول و عرض اور بیرون ملک سے اس سال تقریباً ۳۵۰ ساتھی سنت اعتکاف میں شریک ہوئے جو دس دن جاری رہا۔ اس کے علاوہ بھی کئی ساتھی چند دنوں کیلئے آتے جاتے رہے اور ان کا اعتکاف نفل شمار ہوا۔ کچھ احباب تو پورے دس دن یا اس سے زیادہ رہے لیکن ساتھیوں کی خدمت پہ مامور رہے۔ ان کا اعتکاف بھی نفلی ہی ہوا۔ کیونکہ خدمات کی ادائیگی کے لیے انہیں وقتاً فوقتاً مسجد سے باہر جانا پڑتا تھا۔ سنت اعتکاف والے حضرات صرف بشری تقاضے یا وضو کرنے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتے تھے اس کے علاوہ ایک منٹ کے لیے یا اس سے بھی کم وقت کے لیے کوئی معتکف مسجد سے باہر جائے، عملاً یا سہواً تو اس کا سنت اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر ساتھیوں نے اس کی سختی سے پابندی کی۔ یہ اصول اعتکاف کے شروع میں ہی سب کو ذہن نشین کروا دیا گیا تھا۔ جمعۃ الوداع کے موقع پر تقریباً دو سو ساتھی مزید شامل ہو گئے تھے۔

دارالعرفان کی اوپر والی منزل میں ساتھیوں کے سونے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو احباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ڈویژن اور ضلع بنیاد پر تعداد کے لحاظ سے ساتھیوں کے لیے علیحدہ حصے مخصوص کیے گئے تھے۔ ساتھی اپنے بستر اپنے ساتھ لائے تھے۔ تزکیہ اور حصول ثواب کے مشترکہ مقصد کے لیے ساتھیوں کی کوشش اور جوش و خروش کا مظاہرہ قابل دید تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے احباب نے حتی المقدور سعی کی اور مندرجہ ذیل ٹائم ٹیبل پر بموجب حکم منتظمین عمل کیا۔

بیداری	۱-۳۰ صبح
نوافل و سحری ختم	۳-۳۰
ذکر الٰہی	۳-۴۵
نماز فجر	۴-۳۰
تلاوت، نوافل اشراق	۵-۳۰ تک
فاتی تقاضے بشمول آرام	۷-۳۰ تک
اجتماعی ذکر الٰہی	۸-۰۰ تا ۸-۴۵
گروپ وار ذکر	۹-۰۰ تا ۱۰-۰۰
تربیتی پروگرام	۱۰-۰۰ تا ۱۱-۰۰
بیان حافظ عبدالرزاق صاحب	۱۱-۰۰ تا ۱۱-۳۰
لازمی آرام	۱۱-۳۰ تا ۱-۳۰
نماز ظہر	۲-۱۵
درس قرآن، شیخ المکرم	۲-۳۰ تا ۳-۳۰
تلاوت قرآن	۳-۳۰ تا ۴-۰۰
اجتماعی ذکر الٰہی	۴-۰۰ تا ۵-۰۰
نماز عصر	۵-۳۰
اجتماعی ذکر الٰہی	۵-۴۵ تا ۶-۱۵
دعا قبل از افطار	۶-۴۵
افطاری	۷-۰۰
نماز مغرب	۷-۱۰

طعام بعداز نماز مغرب و نوافل

نمازعشاء و تراویح ۸-۲۵

اجتماعی ذکر بعداز تراویح

آرام ۱۰-۳۰ رات

انتظامیہ ٹیم نے نہایت مستعدی کا مظاہرہ کیا۔ افطاری کے لیے شربت، کھجوریں، پکوڑے وغیرہ فراہم کی جاتیں۔ پندرہ بیس منٹ بعد کھانا کھلایا جاتا۔ افطاری والے برتن دھوکرانہی میں کھانا دیا جاتا۔ اتنے قلیل وقت میں اتنا زیادہ کام کس طرح انجام پاتا۔ یہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دسترخوانوں کو ہر روز دھوکر صاف کیا جاتا۔ مسجد کے برآمدے کو بھی جہاں کھانا کھلایا جاتا تھا روزانہ دھویا جاتا۔ کھانے کی مقدار پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ساتھی حسب ضرورت سالن اور روٹی طلب کر سکتے تھے۔ سحری اور شام کے کھانے کے بعد چائے کا بھی انتظام تھا۔ ساتھیوں نے خوردونوش کے انتظام کے لیے شروع ہی میں حسب توفیق چندہ دیا۔ دوران اعتکاف کپڑے دھلوانے کے لیے دھوبی کا انتظام کیا گیا تھا۔ ساتھیوں کے لیے ذاتی ضرورت کی اشیاء بازار سے منگوانے کا خاطر خواہ بندوبست تھا۔ احباب کی سہولت کے لیے منتظمین کی جانب سے حسب توقع مناسب ہدایات جاری کی جاتی رہیں۔ جن پر تمام احباب نے خاطرخواہ عمل کیا۔ کیونکہ عقیدت ادب اور اطاعت اس سلسلہ کی بنیادی باتیں ہیں۔ لہٰذا آئندہ اکابرین کے حکم پر پوری طرح عمل پیرا ہونا ہی ہر ساتھی کیلئے باعث سعادت ہے۔

یہ دس روزہ اعتکاف اپنے جلو میں ایک روحانی تربیتی پروگرام بھی لیے ہوئے تھا۔ ساتھیوں کے اسباق اور استعداد کے مطابق انہیں مختلف گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ لطائف والے ساتھیوں کا علیحدہ گروپ تھا۔ جو

ناصر پیکجز پرنٹرز

اینڈ مینوفیکچرز

نالی دار گتّہ اور ہر قسم کے اعلیٰ کوالٹی کے ڈبّے بنانے والے

فیکٹری

ایس ۱۵۔ نزد سہال انڈسٹریز اسٹیٹ کوٹ لکھپت لاہور

فون فیکٹری: ۸۰۱۵۳۲-۸۰۱۱۸۵

ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مزید تین چھوٹے گروپوں میں بانٹا گیا تھا۔ مراقبات ثلاثہ والے احباب کا گروپ، سیر کعبہ والے ساتھیوں کا گروپ، روضہ اطہر تک رسائی والے احباب کا گروپ، مسجد نبوی تک رسائی (لیکن روحانی بیعت نہیں ہوئی) والے ساتھیوں کا گروپ، روحانی بیعت شدہ احباب کا گروپ، فنا بقا تک والے ساتھیوں کا گروپ، سالک المجذوبی والے ساتھیوں کا گروپ اور اس سے اوپر والی منازل والے احباب کا گروپ، یہ چند گروپ تھے جو دوران اعتکاف ظاہری اور باطنی تربیت کے لیے تشکیل دیئے گئے۔

تربیتی نصاب میں جن باتوں پر محیط ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں۔ شرعی اصطلاحات بشمول فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، حلال، حرام، مکروہ (تحریمی اور تنزیہی) اور مفسد، وضو کے فرائض، سنتیں، مستحبات، مکروہات اور مفسدات، تیمم اور اس کے مسائل. غسل کے فرائض اور سنتیں، نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں، مستحبات، مفسدات اور مکروہات، سجدہ سہو کے مسائل، نماز ادا کرنے کا عملی طریقہ، پوری نماز باترجمہ بشمول دعائے قنوت اور نماز جنازہ، تسبیح تراویح چھ کلمے تمام باترجمہ اور قرات کی درستگی۔ جن ساتھیوں کو یہ باتیں زبانی یاد نہیں تھیں انہیں یاد کروائی گئیں۔ اور جن کی کچھ غلطیاں تھیں وہ درست کروائی گئیں۔ یہ دین کا بنیادی علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ عام طور پر عوام الناس اس میں کوتاہی اور سستی کرتے ہیں۔ نماز کو ترجمے کے خیال کے ساتھ ادا کرنے سے خشوع وخضوع میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اور بندے کو بھی اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب سے کیا کلام کر رہا ہے۔ رٹے ہوئے الفاظ کی ادائیگی تو محض ضابطے کی کارروائی ہے۔ آئندہ تربیتی پروگراموں میں جو احباب تشریف لایا کریں وہ ان چیزوں کو گھر سے ہی یاد کر کے آئیں۔ تاکہ دار العرفان کے قیام کے دوران وہ اپنی زیادہ توجہ باطنی تربیت پہ دے سکیں جو اس سلسلہ کا اصل گوہر مقصود ہے۔ دار العلوم کراچی سے مفتی محمد عبدالمنان صاحب معتکفین میں شامل تھے۔ جن کا زیادہ تر وقت ساتھیوں کو مسائل بتانے میں صرف ہوا۔ اور احباب

شاہدہ قمر اینڈ کمپنی

RAVI PLASTIC

SHAHIDA QAMAR & CO.

115-Ferozepur Road, Near Glaxy Centre Lahore-16

Telephone: 270686 271765
Factory : 712247

Manufacturer of Quality P.V.C. Shoes

Factory: Baradri Road, Furkhabad, Shahdrah, Lahore.

اعلیٰ قسم کے پی وی سی جوتے بنانے والے

نے ان کی موجودگی کا کماحقہ فائدہ اٹھایا۔

اعتکاف کے لیے آئے ہوئے تمام احباب کو کسی نہ کسی درجہ میں روحانی ترقی ضرور نصیب ہوئی۔ گو اس میں ساتھیوں کی ذاتی استعداد اور مجاہدہ کا بھی دخل ہے۔ لیکن یہ ترقی فی نفسہٖ اللہ پاک کا خصوصی انعام اور عطا ہے، اگر تاریخ تصوف کو مدنظر رکھا جائے تو اس عطیہ خداوندی کی صحیح قدر معلوم ہوتی ہے اور جس طرح یہ نعمت غیر مترقبہ لٹائی گئی اس پر حیرت ہوتی ہے۔ پہلے لوگ لطیفہ قلب یا محض لطائف یا ایک ایک مراقبہ کے حصول کے لیے سالہا سال محنت کیا کرتے تھے اور مکمل متبع شریعت ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی کرامت ہے اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے کہ ہر آنیہ الا اپنی جھولی بھر کر لے جاتا ہے۔ بہت سے افراد جو پہلی مرتبہ آئے تھے مراقبات ثلاثہ کی نعمت سے سرفراز ہوئے تینتالیس (۴۳) خوش قسمت لوگ فنافی الرسول کے مراقبہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر روحانی بیعت سے شرف یاب فرمائے گئے۔ بہت سے ساتھیوں کی بالائی منازل میں ترقی ہوئی۔ چونکہ انتہائی قیمتی متاع ہمیں مفت اور بلا محنت عطا فرمائی جاتی ہے اس لیے ہم اس کے اتنے قدردان نہیں جتنا ہونا چاہیے۔ اللہ پاک تمام ترقی پانے والے ساتھیوں کو استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔ روحانی ترقی حاصل کرنے کے لیے QUALIFY کرنے اور حاصل کرنے کے بعد اسے برقرار رکھنے میں روزانہ تین سو بار استغفار، ایک ہزار بار درود شریف اور کم از کم ایک پارہ تلاوت قرآن مجید، ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے۔ ظاہری شریعت کی ممکنہ حد تک پابندی کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

لیلۃ القدر کو عجیب سماں تھا۔ اکثر احباب تمام رات نہیں سوئے۔ نصف شب کو جناب علی احمد صاحب نے اشک آور معمول کروایا جو ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ اس طرح کا ذکر بہت کم مواقع پر نصیب ہوتا ہے۔ اس کے بعد خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگی گئیں۔ بعد ازاں نوافل اور صلوٰۃ تسبیح ادا کیے گئے۔ معتکفین نے اس ایک رات میں ۸۳ سال اور چار ماہ سے زائد عبادت کا اجر و ثواب حاصل کیا جس کا وعدہ اللہ نے سورۃ قدر میں فرمایا ہے۔ جس قدر نعمتیں، برکتیں، بخششیں اور ترقیات روحانی اس اعتکاف کے دوران ملیں اگر عامۃ المسلمین کو اس کا ادراک ہو جائے تو اعتکاف دارالعرفان میں شمولیت کے لیے قرعہ اندازی ہونے لگے۔

روزانہ آدھ گھنٹہ حافظ عبدالرزاق صاحب کا اصلاحی بیان ہوتا رہا۔ اس میں بتایا گیا کہ تزکیہ نفس، جس کیلئے ہم سب یہاں اکٹھے ہوئے ہیں، کیا چیز ہے، کیوں ضروری ہے؟ کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اور اس پر کامیابی کا دار و مدار کیوں ہے؟ اس کی ضرورت اور اہمیت پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ فرمایا کہ اگر مسلمان ایسے بن جائیں کہ ہر ایک کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا محفوظ رہے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔ ہم اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کو ادا کرنے لگ جائیں تو کوئی بھی مسئلہ باقی نہ رہے۔ فرمایا حدیث شریف کے مطابق مفلس وہ ہے جو پہاڑوں کے برابر اعمال لے کر قیامت کے دن جائے لیکن جب حساب ہونے لگے تو اس کے اعمال ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے جائیں جن کو اس نے دنیا میں کسی طریقہ سے ایذا پہنچائی تھی۔ یا ان کے حقوق ادا نہیں کیے تھے۔ اور اگر اس کے اعمال ختم ہو جائیں تو حقداروں کے گناہ اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں۔ اس سے حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ فرمایا! رزق حلال تمام عبادات کی بنیاد ہے۔ اگر کسی کے جسم پر دس درہم کا لباس ہو اور اس میں سے ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ لباس اس کے جسم پر رہے اس کی کوئی عبادت قبول نہ ہو گی، نیز جس جسم کی پرورش حرام سے ہوئی ہے وہ جہنم ہی کا مستحق ہے۔ فرمایا! سالک کو باطنی رذائل بشمول حسد، ریا، تکبر، جھوٹ، غیبت، چغلی، بغض، کینہ، حرص، غصہ، خواہشات نفسانی کی پیروی سے پوری کوشش سے بچنا ضروری ہے۔ اور اپنے اندر خصائل پیدا کرنے چاہئیں جن میں صبر، شکر اور تقویٰ شامل ہیں۔ فرمایا! تقویٰ ایسی خصلت ہے جو تمام خصائل پر محیط ہے۔ اور قرآن پاک میں ۲۶۵ جگہ تقویٰ کا ذکر ہے۔ امام غزالیؒ کے حوالے

سے بتایا کہ نظر، کان، زبان، شکم اور قلب کی حفاظت تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ فنافی الرسول کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی ذات، پسند اور ناپسند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، پسند اور ناپسند پر قربان کر دینا ہی فنافی الرسول ہے۔ مثال سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ روح افزا کا ایک قطرہ جس میں رنگ و بو اور ذائقہ اس کا اپنا ہے۔ اگر سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کا رنگ، بو، ذائقہ ختم ہو جائے گا۔ اور سمندر کا رنگ بو اور ذائقہ ہی غالب آ جائے گا۔ فرمایا کہ شیخ المکرم تو روح کو پکڑ کر فنافی الرسول کے مقام پر بٹھا دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ عملی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع اس انعام کو برقرار رکھنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

روزانہ سے واقعات کا نقطہ عروج حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی کا درس قرآن ہوا کرتا تھا جس میں قرآن پاک کی آیات کی اتنی عمدہ عام فہم اور دل نشین انداز میں تشریح کی جاتی جو اپنی مثال آپ ہے۔ یہ تفسیر تو جلد دوم اسرار التنزیل میں انشاء اللہ طبع ہو جائے گی۔ لیکن حضرت جی کے انداز بیان کے بارے میں میرے جذبات کی ترجمانی غالب کے اس شعر سے ہوتی ہے

درود شریف کی کثرت سے حوادثات و مصائب کم ہو جاتے ہیں۔ رزق، اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ الاماشاء اللہ اور میدان حشر میں قرب رسول خدا نصیب ہوتا ہے۔
(حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ)

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے
جاں کالبد صورت دیوار میں آوے

آخری دن کے خطاب میں حضرت جی مدظلہ نے فرمایا کہ عام طور پر رسمی پیر و مرشد حضرات اپنے مریدوں کو تسبیحات تلقین کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی کوئی دنیاوی فائدہ بھی منسلک کر دیتے ہیں کہ یہ پڑھو گے تو یہ ملے گا۔ فرمایا کہ یہ بات مذاہب باطلہ کی طرز پر ہے کہ وہاں عبادات دنیاوی نفع کے لیے اختیار کی جاتی ہیں۔ فرمایا یہ روش غلط ہے اور ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ تمام تسبیحات، اذکار، تلاوت اور نماز وغیرہ خالصتاً اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔ پھر جو مانگنا ہے اللہ سے مانگو۔

۲۸ جولائی تا ۳ ستمبر

اجتماع

دارالعرفان منارہ کے تربیتی پروگرام کی ایک جھلک

نماز تہجد، ذکر خفی، نماز فجر، درس قرآن مجید، اشراق، بیان اصلاح احوال اور مجلس ذکر، نماز ظہر، تلاوت قرآن مجید، صحبت شیخ مکرم، نماز عصر، نماز مغرب، اوابین مجلس ذکر خفی، نماز عشاء، آرام

دارالعرفان منارہ

ضلع چکوال، پنڈی سرگودھا روڈ
براستہ چکوال

برلب سڑک چکوال اور خوشاب سے ۳۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس مرکز میں ہر سال ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے جہاں شیخ سلسلہ ۳۰ دن کے لیے تشریف لاتے ہیں اور اندرون ملک اور بیرون ملک سے احباب جمع ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں

سادہ زندگی

خود نمائی انسان کی وہ کمزوری ہے جس کی وجہ سے اس کی زندگی میں تکلیف تصنع اور بناوٹ کا اہتمام کرنے کا جنون در آتا ہے اسلام نے اس جھنجھٹ سے بچنے کے لیے سادہ بے تکلف اور سکون و راحت کی زندگی بسر کرنے پر زور دیا ہے مگر بایں ہمہ نبی کریمؐ نے خوش پوشاکی صفائی اور پاکیزگی کی ہدایت فرمائی ہے اس کی کئی وجہیں نظر آتی ہیں

(۱) جو لوگ صاحب مقدرت ہوں ان کو بخل جیسے مذموم خلق سے کنارہ کش ہو کر ایسا لباس اور ایسی وضع اختیار کرنی چاہیئے جس سے ان کی معاشی سطح کا اظہار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دولت مند شخص سے فرمایا کہ "جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کے لطف و کرم کا اثر تمہارے جسم سے ظاہر ہونا چاہیئے"

(۲) بدویانہ اور وحشیانہ زندگی سے نکل کر ہر شخص کو تمدنی زندگی اختیار کرنی چاہیئے اور اس کا یہ اثر اس کی جسمانی حالت سے بھی نمایاں ہونا چاہیئے۔ اسی بنا پر جب حضورؐ نے ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے دیکھے تو فرمایا "کیا اسے بال سنوارنے کا سامان نہیں ملتا" اور ایک شخص کے کپڑے میلے دیکھے تو فرمایا "کیا اس کو کپڑے دھونے کے لیے پانی میسر نہیں آتا"۔ لیکن اس کیساتھ چند وجوہ سے انتہائی تکلف انتہائی نمائش اور انتہائی زیب و زینت کی مخالفت بھی فرمائی مثلاً:-

(۱) ایک وجہ تو یہ کہ دولت مند لوگوں کے جسمانی تکلف کو دیکھ کر محتاجوں کی دل شکنی اور توہین نہ ہو اور ان کے دلوں میں رشک وحسد کا جذبہ نہ پیدا ہونے پائے۔ آج کی دنیا میں سرمایہ داری کے خلاف جو شورش پھیل چکی ہے اس کا اصل سبب یہی ہے کہ دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

ایک تو امیروں کی آبادی ہے جو انتہائی عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے دوسرے غریب لوگ ہیں جو نان شبینہ کے بھی محتاج ہیں اور یہ لوگ جب امیروں کے مسرفانہ تکلفات کو دیکھتے ہیں تو ان کے مقابل میں اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں رشک و حسد کا جذبہ پیدا ہو کر شورش و بغاوت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وہ لوگ دنیا میں توازن اور مساوات قائم کرنے کے لیے مساویانہ حیثیت سے تقسیم دولت کا مطالبہ پیش کرتے ہیں لیکن جس طرح آج یورپ میں اور امریکہ میں اُمراء اور غرباء کے درمیان یہ فرق مراتب پیدا ہو گیا ہے اسی طرح نبی کریمؐ کے عہد مبارک میں بھی اُمراء وغرباء کے درمیان یہ دیوار حائل ہو گئی تھی اس لیے ایسی حالت میں ایک ایسے معتدل نظام اخلاق کی ضرورت تھی جو ایک طرف تو امراء کی بیجا اور مسرفانہ نمائشوں کو کم کر دے دوسری طرف فقر و فاقہ کو غرباء کے لیے ننگ و عار قرار دے۔ خود صحابہ کرام کے درمیان بھی یہ فرق مراتب قائم تھا بالخصوص اصحاب صفہ کا گروہ ایک ایسا گروہ تھا جس کی حیثیت کا قائم رکھنا جس قدر ضروری

صحت عقیدہ

آپ نے کبھی یہ بھی سوچا کہ حضورؐ کے زمانہ میں حضورؐ کے سامنے کتنے لوگ مکہ اور مدینہ میں رہے مگر حضورؐ کے فیض سے محروم رہے۔ آخر کیوں؟ کیا معاذ اللہ حضورؐ کے فیض میں کمی تھی یا حضورؐ نے اس کی تقسیم میں بخل کیا۔ بلکہ ان محرومان ازلی کے قلوب نور ایمان سے خالی تھے۔ جو اخذ فیض کے لیے بنیاد بنتا ہے۔ اس نور ایمان کا اصطلاحی نام صحت عقیدہ سمجھیے لہٰذا اگر عقیدہ صحیح نہیں تو حضورؐ اکرم سے اخذ فیض ممکن نہیں۔

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

تھا اسی قدر مشکل بھی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی ذات سے اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں انجام پاتی تھیں، تعلیم و تعلیم کا صیغہ انہی کی ذات سے قائم تھا اور یہی لوگ تھے جو ہمیشہ قرآن مجید کے درس و تلاوت میں مصروف رہتے تھے اور مدینہ سے باہر جب کبھی اشاعت اسلام کی ضرورت ہوتی تھی یا باہر کے صحابہؓ رسول کریم کی خدمت میں آکر درسِ قرآن یا فرائض اسلام کی تعلیم یا اشاعت اسلام کے لیے معلم اور مبلغ کی درخواست کرتے تھے

تو ان مقدس خدمات کیلیے انہی لوگوں میں سے اشخاص منتخب کئے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ اصحاب صفہ کے علاوہ ان کا ایک لقب "قراء" بھی تھا یعنی پڑھنے پڑھانے والے لوگ یہ جماعت اگرچہ فقر و فاقہ کی انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی تاہم ان کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے چنانچہ خود قرآن مجید نے ان کی شانِ استغنا کو سراہا ہے

ارشاد ہے

"خیرات تو ان حاجت مندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں۔ ملک میں کسی طرف کو (جانا چاہیں) جا نہیں سکتے۔ (جو شخص ان کے حال سے) بے خبر ہے وہ ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو دولت مند سمجھتا ہے (لیکن اے مخاطب) تو ان کو دیکھے تو ان کی صورت سے ان کو (صاف) پہچان جائے (کہ محتاج ہیں مگر یاں) لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے" (۲: ۲۷۳)

بقیہ : حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

سے کہا کہ دیکھا احمق نے مجھ پر مٹی پھینک دی ہے۔ ولید بڑے تعجب سے کہنے لگے کہ جو حرکت اس نے کی ہے اس پر فساد کی آگ بھڑکنا لازمی امر تھا مگر یہ بتاؤ کہ کس چیز نے تمہیں اتنا متحمل اور صابر بنا دیا۔

ظاہر ہے سر پہ مٹی ڈالنے سے کوئی زخم تو کہاں آتا اس حرکت سے عزت جو مجروح ہوئی اور توہین جس درجہ کی ہوئی اس کا اندازہ صاحب عزت لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

(ج) ایک روز مشرکین مکہ بیت اللہ میں بیٹھے چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ محمد بن عبداللہ کل کا چھوکرا ہے۔ بچوں کے منہ آتا ہے۔ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کو کافر اور جہنمی سمجھتا ہے۔ اس نے قوم میں فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے۔ قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اس کے دل میں عرب اور عربوں کی مطلق کوئی عزت نہیں۔ سرخ و سیاہ کو یکساں خیال کرتا ہے۔ اپنے غلاموں کے ساتھ روٹی کھا لیتا ہے۔ اس نے ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے۔

سرِ عشق از عالم ارحام نیست
او ز سام و حام و روم و شام نیست
مذہب او قاطع ملک و نسب
از قریش و منکر از فضل عرب
احمراں با اسوداں آمیختند
آبروئے دودمانے ریختند

کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ تمام مشرک کانٹوں کا جھاڑ بن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ اچانک ابوبکرؓ آ گئے اور حضورؐ کو ان ظالموں کے پنجے سے چھڑایا۔ تمام لوگ پلٹ کے صدیق اکبرؓ پر برسنے لگے اور آپ کو سخت مارا۔

ان ساری سختیوں کے باوجود یہاں بات ہی دوسری تھی

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

مختصر یہ کہ ابوبکر صدیقؓ نے بعثت سے قبل ۲۲ برس تک حضور اکرمؐ کے ساتھ رفاقت اور دوستی رکھی اور بعثت کے بعد ۲۳ برس یہ دوستی اور وفاداری کا حق ادا کر دیا۔

سب سے پہلے اسلام لائے اور دعوت دے کر ایسے لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لائے جن کی نظیر اسلامی تاریخ تو کیا انسانی تاریخ میں بھی کہیں نہیں ملتی۔

لیکن اس استغنا اس خودداری اور اس زہد و تقدس کے باوجود جہاں تک ظاہری حالات کا تعلق ہے یہ لوگ مسلمانوں کی سوسائٹی میں کم حیثیت سمجھے جا سکتے ہیں اس لیے یہ ضروری تھا کہ ان کی تسلی اور ان کے درجہ کو بلند کرنے کے لیے فقر و فاقہ کو دولت مندی پر ترجیح دی جائے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ نے بعض موقعوں پر ان بزرگوں کو دولت مندوں پر ترجیح دی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ۔

ایک دفعہ نبی کریمؐ کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ ایک بزرگ پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ ان کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے؟ بولے یہ بہت شریف آدمی ہیں اگر وہ کسی کے یہاں نکاح کا پیغام دیں تو خدا کی قسم نکاح کرنے کے قابل ہیں اگر کسی کی سفارش کریں تو اس کے مستحق ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ اس کے بعد اصحاب صفہ میں سے ایک بزرگ وہاں سے گزرے تو حضورؐ نے ان کی نسبت بھی اس بزرگ سے رائے طلب کی۔ یہ تو فقرائے مسلمین میں سے ہیں اگر نکاح کا پیغام دیں تو نکاح کرنے کے قابل نہیں اگر کسی کی سفارش کریں تو وہ سفارش نہ قبول کی جائے اور اگر بات کریں تو کوئی ان کی بات نہ سنے حضورؐ نے یہ سنکر فرمایا کہ سطح زمین پر جو کچھ ہے یہ بزرگ ان سب سے بہتر ہیں۔

اصحاب صفہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ میں ایک گروہ مہاجرین کا بھی تھا جو محض اپنے دین کی حفاظت، نبی کریمؐ کے فیض، صحبت اور دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے گھر بار اپنے مال و دولت پر لات مار کر مدینہ میں آ بسے تھے ان کا گذر اوقات بھی ایک مدت تک زیادہ تر انصار پر تھا جو کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اس لیے یہ لوگ فقرائے مہاجرین کے نام سے موسوم تھے یہ لوگ اگرچہ گھر بار کی طرح مال و جائیداد کی محبت بھی اپنے وطن ہی میں چھوڑ آئے تھے تاہم بعض وجہ سے ان کے دلوں میں بھی دولت مندوں پر رشک کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔

آج سوشلسٹ گروہ دولت مندوں پر اس لیے رشک کرتا ہے کہ ان کے پاس عمدہ فرنیچر ہے، موٹر ہے، عمدہ باغ ہے عمدہ عمارت ہے، فیکٹری ہے عمدہ سوٹ ہے وغیرہ۔ کیونکہ اس وقت

آج کی دنیا کتنی حسین کتنی پر کشش ہے انسانی ذہن نے کس قدر ترقی کی ہے۔ آسائش کے کیسے کیسے سامان ایجاد کئے ہیں۔ مگر خالق کی صنعت اور مخلوق کی صنعت میں بڑا فرق ہے۔ گھاس کا ایک تنکا خالق کی صنعت سے مٹی سے پیدا ہو سکتا ہے، اگر کوئی انسانی مشین ان صفات اور ان اثرات و خواص کے ساتھ تیار نہیں کر سکتی۔ نائلن کے باریک ترین تار بنائے گا۔ ہوائی جہاز جیسی عظیم سواری تیار کرے گا مگر گھاس کا تنکا صرف زمین ہی سے پیدا ہوگا مشین سے نہیں بن سکے گا۔ یہ دنیا جس کی صناع کی صناعی کا نمونہ ہے حسین کیوں نہ ہو۔ اس میں رنگینی اور کشش کیوں نہ ہو مگر کم فہم اور کوتاہ اندیش انسان اس باتھ روم کو ڈرائنگ روم سمجھ بیٹھا ہے اور اس پر خوش ہے کہ میں نے دنیا کی تمام سہولتوں سے بہرہ اندوز ہو کر مقصد زندگی پا لیا مگر ایسے ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ تمام سہولتوں کے میسر آجانے کے باوجود لوگ خواب آور گولیاں کھائے بغیر آرام کی نیند سو بھی نہیں سکتے۔

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

زمانہ کا میلان بھی ہے اس میلان کے مطابق ان لوگوں کے دلوں میں رشک ہی نہیں حسد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے لیکن عہد نبوت میں صحابہؓ کا میلان یہ تھا کہ محتاجوں کی امداد کی جائے کار خیر میں روپیہ خرچ کیا جائے غریبوں پر احسان کیا جائے اور ان سب کے ابتدائے ثواب آخرت سے حاصل کیا جائے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم جس قوم کے ہاں بطور مہمان اُترے ہیں ہم نے ان سے زیادہ فیاض اُن سے زیادہ ہمدرد کسی قوم کو نہیں پایا یہ لوگ ہم سے کسی قسم کی محنت تو لیتے نہیں البتہ کھیتی باڑی کی پیداوار میں ہمیں اپنا شریک بنا لیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمام ثواب

یہی حاصل کر لیں۔ ارشاد ہوا جب تک تم لوگ انہیں دعا دیتے رہو گے ان کی تعریف کرتے رہو گے ایسا نہیں ہو گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ فقرائے مہاجرین نے نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ آخرت کے تمام درجے اور تمام نعمتوں کو دولت مند لوگ لے اُڑے کیونکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اسی طرح پڑھتے ہیں ہم جس طرح جہاد کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں لیکن ان کو مزید فضیلت یہ ہے کہ وہ فاضل مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پاس اس مقصد کے لیے مال نہیں۔ یہ سن کر حضور نے ان کو ایک دعا بتا دی جس سے بڑے ثواب کی توقع تھی۔

ان اسباب سے آپ نے ان غریبوں کی تسکین و تشفی کے لیے اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے فقر و فاقہ کا درجہ بلند کیا ان اخلاقی تعلیمات کی موزونیت کے لیے اسلام کے مختلف زمانوں کو بھی بحیثیت نظر رکھنا چاہیئے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرامؓ بالخصوص اصحاب صفہ اور مہاجرین بالکل تہی دست تھے اور ان کی معاش کا دارومدار صرف دولت مند اور فیاض صحابہ کی اعانت اور امداد پر تھا اس لیے اس زمانے میں دولت مندوں کے لیے زائد از ضرورت مال جمع کرنا منع تھا اور یہ حکم تھا کہ اپنی ضرورت سے زائد جو مال ہو اس کو محتاج صحابہ کی امداد اور اسلام کی تقویت میں صرف کرنا چاہیئے۔ یہ تھا قُلِ العَفْوَ کا مفہوم یہ آیت بعض محدثین کے نزدیک اسلام کے اسی ابتدائی زمانے سے تعلق رکھتی ہے یعنی ابتدائے اسلام میں جب زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی تھی تو صحابہ کو حکم تھا کہ ان کی ضرورت سے جو مال بچ جائے اس کو جمع نہ کریں بلکہ اللہ کی راہ میں صرف کریں حضرت ابوذر غفاریؓ ایک قدیم الاسلام صحابی تھے اور ان کو اس زمانہ کی مناسبت سے نبی کریمؐ نے اس قسم کی بہت سی اخلاقی تعلیمات دی تھیں مثلاً غربا کے ساتھ محبت رکھو، ان کی صحبت اختیار کرو، اس شخص کو دیکھو جو تم سے کم رتبہ ہو اس کو نہ دیکھو جو تم سے بلند رتبہ ہو۔ عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کے ساتھ ایثار کرو، سونا چاندی جمع نہ کرو یہ اخلاقی تعلیم اس زمانے کی حالت کے بالکل مطابق تھی نہایت مؤثر اوقات اور مؤثر انداز میں دی گئی تھی حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں۔

میں ایک دفعہ نبی کریمؐ کے ساتھ مدینہ میں جا رہا تھا کہ مدینہ کا پہاڑ اُحد سامنے آیا تو اس کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اس پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس پر تین دن گذر جائیں اور اس میں سے میرے پاس ایک اشرفی بھی رہ جائے بجز اس رقم کے جسے میں قرض ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھوں بلکہ میں اس کو دائیں بائیں بکھیر دونگا یعنی فیاضی کے ساتھ سب کو صرف کر دوں گا۔

انہی حالات اور انہی اخلاقی تعلیمات کو مدِنظر رکھ کر حضرت ابوذر غفاریؓ کا مسلک یہ تھا کہ انسان کے لیے مال و دولت کا جمع کرنا جائز نہیں بلکہ اپنی ضرورت میں صرف کرنے کے بعد پس انداز رقم کو غربا میں تقسیم کر دینا چاہیئے۔ اگرچہ اور اصحابہ اس سے اختلاف رکھتے تھے تاہم یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ ابتدائے اسلام میں اسلام کا اخلاقی اصول یہی تھا لیکن بعد میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور فقرا و غربا کی اعانت کا سامان ہو گیا تو وہ حکم منسوخ ہو گیا لیکن حضرت ابوذرؓ اس نسخ کے قائل نہیں ہوئے اور عمر بھر اس کی تبلیغ کرتے رہے۔

ان احادیث سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسلام نفس مال و دولت کا مخالف ہے بلکہ وہ اس کو صرف اس صورت میں ناجائز قرار دیتا ہے جب اس کو نیک کاموں میں صرف نہ کیا جائے چنانچہ حدیث میں بھی اس کی تصریح ہے اور محدثین نے بھی اس حدیث کی شرح میں اس کی تصریح کر دی ہے۔

اسلام کی یہ اخلاقی تعلیمات اس زمانے سے تعلق رکھتی ہے جب مسلمان نہایت غربت کی حالت میں تھے لیکن جب اسلام نے قوت حاصل کرنا شروع کی فتوحات کی وجہ سے اسلام کے دامن میں مال و دولت کا ذخیرہ ہونا شروع ہوا۔ اس وقت بھی نبی اکرمؐ نے مال و دولت کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی۔ بلکہ اس وقت بھی مختلف اخلاقی سیاسی اور تمدنی حالات کے لحاظ سے اسی قسم کی زاہدانہ تعلیم دیتے رہے اور میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس وقت اس قسم کی تعلیم کے مختلف اسباب تھے۔

(۱) پہلا سبب یہ تھا کہ جب مال و دولت کی کثرت ہوتی ہے تو قوموں میں باہم رشک و حسد کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جو ترقی کر کے بغض و عداوت کا سبب بن جاتا ہے جس کا آخری نتیجہ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے یورپ کی سب سے بڑی جنگ

اپنی اقتصادی اسباب سے ہوئی اسلام میں بھی فتوحات اور فتوحات کے ساتھ مال و دولت میں اضافہ ہوا تو حضور اکرمؐ کو خود صحابہ کی نسبت اس کا خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک بار فرمایا مجھے زمین کے خزانے کی کنجیاں مل گئی ہیں لیکن مجھے یہ خوف نہیں کہ تم لوگ میرے بعد شرک کرو گے البتہ یہ خوف ہے کہ تم میں مال و دولت کے متعلق رشک و حسد پیدا ہو گا ایک بار حضرت ابو عبیدہؓ بحرین کا جذیہ وصول کر کے لائے اور انصار کو اس کی خبر ہوئی تو نماز فجر کے بعد انہوں نے آپ سے اس کی تقسیم کی درخواست کی آپ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ابو عبیدہؓ کچھ مال لے کر آئے ہیں بولے ہاں! یا رسول اللہ فرمایا خدا کی قسم ہے مجھے تمہارے موجودہ فقر و فاقہ کا کچھ ڈر نہیں البتہ مجھے یہ خوف ہے کہ تمہیں دنیوی فارغ البالی نصیب ہو جیسا کہ تم سے پہلی قوموں کو نصیب ہو چکی ہے اور تم بھی اسی طرح رشک و حسد کرنے لگو اور انہی کی طرح تم بھی لغویات میں مبتلا ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مالی حرص و طمع اور اس کے نتائج کا آغاز ہوا اور حضرت عثمانؓ کے زمانے تک اس کی بدولت بغض و عداوت اور خانہ جنگی کی نوبت پہنچ گئی اور بعد کو مسلمانوں کے درمیان اسی بنا پر مدتوں خانہ جنگی کا سلسلہ قائم رہا۔ چنانچہ اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جو خلفائے بنو امیہ سے برسرِ جنگ تھے مکہ میں ایک تقریر کی جس میں فرمایا کہ لوگو! نبی کریم نے فرمایا کہ اگر انسان کو ایک ایسا میدان مل جائے جو سونے سے بھرا ہوا ہو تو اس کو تسکین نہ ہو گی بلکہ ایسا ہی دوسرا میدان بھی چاہے گا پھر اگر دوسرا مل گیا تو تیسرے کا خواستگار رہے گا انسان کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے ان کی تقریر کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت خانہ جنگیوں کا جو سلسلہ قائم ہے وہ صرف مالی حرص کا نتیجہ ہے اگر لوگ نبی کریم کی اخلاقی تعلیم کے پابند رہتے تو یہ خون ریزیاں نہ ہوتیں۔

۲۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ ایک پیغمبر جو اپنی امت کو دنیا میں عزت کے ساتھ زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کا سب سے بڑا اخلاقی فرض یہ ہے کہ وہ اپنی امت کے افراد میں مالی حرص و طمع کا ایسا مادہ پیدا نہ ہونے دے جو ترقی کر کے انہیں سوال اور گداگری کی طرف مائل کر دے اسی بنا پر جہاں کہیں اس قسم کا موقع پیش آیا نبی کریم نے اس قسم کے حرص و طمع کے مادے کو زائل کیا۔ اور بجائے لینے کے مال کے دینے کی فضیلت بیان کی چنانچہ حضورؐ نے ایک دن حکیم بن حزام سے فرمایا۔ اے حکیم! یہ مال ایک شاداب اور شیریں چیز ہے جو شخص اسے کھلے ہوئے دل کے ساتھ لیتا ہے اسے برکت حاصل ہوتی ہے اور جو حرص کے ساتھ لیتا ہے اسے برکت حاصل نہیں ہوتی ہے اس کی مثال اس قسم کی ہے کہ ایک شخص کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حضرت حکیم بن حزام پر اس اخلاقی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے اسی وقت یہ عہد کر لیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا کہ حضرت ابو بکرؓ ان کو بیت المال سے وظیفہ دینے کے لیے طلب کرتے تھے اور وہ انکار کرتے تھے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانہ میں ان کو وظیفہ دینا چاہا مگر انہوں نے واپس کر دیا حضرت عمرؓ نے فرمایا مسلمانو گواہ رہنا میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں اور وہ قبول نہیں کرتے

۳۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ ضروریات زندگی کے لیے مال کی ایک مقدار بلاشبہ ضروری ہے اور اس حیثیت سے اسلام نے مال و دولت کی کوئی برائی نہیں کی البتہ قومی، مذہبی، سیاسی اور تعلیمی کاموں کی بنیاد صرف مال پر ہی نہیں رکھنا چاہیئے کہ اگر مال و دولت ہے تو یہ کام انجام پائیں گے اور اگر کمی ہو جائے تو سرے سے یہ کام ہی چھوڑ دیے جائیں یا کم از کم بددلی کے ساتھ کیے جائیں بلکہ ان کاموں کی اصل بنیاد خلوص، صداقت، ایثار اور مخلوق کی نفع رسانی پر رکھنی چاہیئے اور مال و دولت کو ان مقاصد کی تکمیل کا ایک ذریعہ بنانا چاہیئے اسی بنا پر نبی اکرمؐ نے خود غرض اشخاص کو مال و دولت کے غلام کا لقب دیا۔ فرمایا: دینار و درہم، چادر اور کمبل کے بندے ہلاک ہوں کہ اگر ان کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش رہیں اور اگر نہ دی جائیں تو روٹھ جائیں۔"

یہ حدیث واقعات کے لحاظ سے بھی اسلام کی ابتدائی تاریخ سے تعلق ہے کیونکہ حضور اکرمؐ کے عہد مبارک میں کفار سے لڑائیاں ہوئیں ان میں بہت سا مال غنیمت حاصل کرنا نہ تھا بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اشاعت اسلام تھا تاہم ان لڑائیوں میں بدو اور دور افتادہ قبائل کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے اور زیادہ تر اپنی نظر مال غنیمت پر رکھتے تھے اس لیے اگر ان لوگوں کو مال غنیمت سے حصہ ملتا ہے تو خوش ہوتے تھے ورنہ شکوہ

شکایت کرتے تھے۔

۴۔ چوتھا سبب یہ تھا کہ اسلام کے نزدیک مال بذاتِ خود کوئی بُری چیز نہیں بلکہ اسے "خیر" کہا گیا۔ البتہ اس کا غلط اور مسرفانہ استعمال نہایت خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

چنانچہ ایک بار حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت مجھے زیادہ خوف زمین کی برکتوں سے ہے صحابہ نے عرض کیا زمین کی برکتوں کا کیا مطلب ہے فرمایا دنیا کی زینت یعنی عمدہ کپڑے عمدہ سامان لہلہاتی ہوئی کھیتیاں سرسبز شاداب باغ وغیرہ۔ اس پر ایک صحابی نے کہا کیا بھلائی سے بُرائی بھی پیدا ہو سکتی ہے؟۔

سوال نہایت اہم اور پیچیدہ تھا آپ خاموش ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ بھلائی سے تو صرف بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ایک حقیقت ہے کہ مال ایک شیریں چیز ہے اور دیکھو کہ فصل بہار میں جب زمین میں گھاس اُگتی ہے تو اسے جانور ضرورت سے زیادہ کھا لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جاتا ہے اور وہ تخمہ سے مر جاتا ہے لیکن دوسرا جانور اسی کو اعتدال سے کھاتا ہے جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو جگالی کرنے لگتا ہے اور دھوپ میں گھومتا پھرتا ہے اس طرح جب وہ ہضم ہو چکتا ہے تو دوبارہ پھر کھانا شروع کر دیتا ہے اور اس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ یہ مال بھی اسی قسم کی چیز ہے جو شخص مال کو اس کے حق سے لیتا ہے اور اس کے حق میں صرف کرتا ہے تو وہ ایک امانت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر بغیر حق کے لیتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جو کھاتا ہے مگر آسودہ نہیں ہوتا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ دعا مانگتے تھے کہ "خداوندا ہم میں یہ قدرت تو نہیں ہے کہ ان فطری دلچسپیوں سے خوش نہ ہوں البتہ ہم کو یہ توفیق دے کہ ہم ان چیزوں کو ان کے حق میں صرف کریں" شارح حدیث اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مال و دولت سے فطری وابستگی تو ہر شخص کو ہے لیکن بایں ہمہ اس میں لوگوں کے تین درجے قائم ہو جاتے ہیں۔

(۱) ایک تو وہ لوگ ہیں جن پر مال و دولت کی بارش ہوتی ہے اور وہ لوگ اپنے اختیار سے جہاں چاہیں اس کو صرف کر سکتے ہیں لیکن باوجود اس کے کہ وہ مال و دولت پر لات مار دیتے ہیں اور سیم و زر کو چشم حقارت سے دیکھتے ہیں اسی درجہ کا نام مقام محمود ہے اور حضور اکرمؐ کو یہی درجہ حاصل تھا اور حضرت عمرؓ اسی درجہ کے لیے دعا مانگتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ان کے پاس مشرق سے بہت سامان آیا لوگوں کو بلا کر سب کے سامنے کھلوایا اس میں کثرت سے زیورات، جواہرات اور ساز و سامان نکلا اسے دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑے لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا جس قوم میں مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے وہ آپس میں خون ریزی کرنے لگتی ہے اور ہر شخص دوسرے کی عزت و آبرو کے درپے ہو جاتا ہے پھر سب سامان تقسیم کر دیا۔

۲۔ دوسرا درجہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو مال و دولت کو چشم حقارت سے تو نہیں دیکھتے لیکن اس کے صرف کرنے میں شریعت کے اوامر و نواہی کا لحاظ رکھتے ہیں یعنی جائز موقع پر تو صرف کرتے ہیں اور ناجائز مصارف سے بچتے ہیں۔ اور یہ درجہ بھی مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے کوئی قابلِ اعتراض نہیں۔

۳۔ تیسرا درجہ ان لوگوں کا ہے جو شب و روز روپیہ ہی کی فکر میں مخمور رہتے ہیں اور اس کے حاصل کرنے میں جائز و ناجائز ذرائع کی پروا نہیں کرتے بلکہ ظالمانہ اور غاصبانہ طریقہ پر روپیہ حاصل کرتے ہیں اور مسرفانہ اور عیاشانہ طریقے پر اس کو صرف کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو شریعت نے بندگانِ درہم و دینار کا لقب دیا ہے اور اُخروی بلکہ دنیوی ہلاکت کا مستحق ٹھہرایا ہے ان کی بھی حوصلہ و ہمت اور حالت و حیثیت کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں۔

ایک تو وہ جو ادنیٰ درجہ سے تعلق رکھتے ہیں اور معمولی معمولی چیزوں پر جان دیتے ہیں، دوسرے وہ جن کی ہمتیں بلند اور تمام اختیارات وسیع ہوتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں لاکھوں کی بھی کوئی وقعت نہیں ہوتی مثلاً شاہانِ روم و ایران جو حضورؐ کے زمانہ میں رعایا سے مالگزاری اور ٹیکس وغیرہ سے ظالمانہ طور پر کروڑوں وصول کرتے تھے اور اسے بے دریغ عیش و عشرت میں خرچ کر ڈالتے تھے یہ دونوں سلطنتیں عرب کے پہلو میں واقع تھیں اور عرب ان سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے اس لیے اہلِ عرب پر ان کا اخلاقی اور معاشرتی اثر پڑتا تھا۔

ان اثرات و تعلقات کی بنا پر خود مسلمانوں کی نسبت یہ خوف تھا کہ اگر قیصر و کسریٰ کی دولت ان کے جیب و دامن میں آگئی تو وہ بھی اسی قسم کی مسرفانہ عیش پرستیوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور اسلام کا یہ زرین اخلاقی اصول کہ "مال کو حق کے ساتھ

(بقیہ صفحہ ۴۷)

صحابہ کرامؓ کی جانی قربانیاں

حافظ غلام قادری

کسی بھی مشن یا تحریک کی کامیابی کے لیے مخلص کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنے جان و مال، راحت و آرام اور سب آسائشیں قربان کر کے اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ قرآنِ کریم چونکہ اللہ کی طرف سے آخری پیغام ہدایت ہے جس کی تعلیمات، اقوامِ عالم کے لیے قیامت تک کافی ہیں ان تعلیمات کو سیکھنے سکھانے اور خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق تک پہنچانے کے لیے رب کریم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد ایک ایسی مخلص جماعت اکٹھی کر دی جو کشتِ اسلام کو اپنے خون سے سینچنے والی تھی رسول کریمؐ کے ان تمام ساتھیوں پر زبردست قسم کی ابتلائیں اور آزمائشیں آئیں۔

بُت پرستی کے اس دور میں دینِ حق کو قبول کرنا کئی خداؤں سے بیزاری و لبغاوت کا اعلان اور خدائے واحد پر ایمان لانے والا کوئی شخص بھی اُمرائے قریش کے ظلم و ستم سے نہیں بچ سکتا تھا۔ باطل کے پرستار اسلام کے علمبرداروں کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے۔ دنیا کی کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جو بے کس مسلمانوں پر نہ ڈالی گئی لیکن محمد رسول اللہ کے ان شاگردوں کے قلوب کا آقاؐ کی ایک نظر سے اس قدر تزکیہ ہو جاتا تھا کہ ایمان ان کے دلوں میں اس طرح رچ اور بس جاتا کہ طاغوتی قوتیں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود قلوب کی گہرائیوں سے توحید کی امانت کو نکال نہ سکیں خلوص اور جانثاری کے ہر امتحان میں جب یہ جماعت پوری اُتری تو خدائے عزوجل نے قرآن کریم میں ان کی کامیابی کا اعلان اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی کہ ان کے قلوب کو تقوٰی کے لیے آزما لیا گیا ہے کے شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

ع　یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا

تو آیئے! آج سے چودہ صدیاں پیچھے مڑ کر عرب کے ریگستان اور مکہ کے سنگلاخ چٹانوں میں ذرا السابقون الاولون کا خطاب حاصل کرنے والے غلامانِ مصطفٰےؐ کی دین سے محبت اور اس کی خاطر کی جانے والی قربانیوں کو ملاحظہ کریں۔

سب سے پہلے آپ کے یارِ غار سفر و حضر کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ رات کی اُس تاریکی میں آپ کا ساتھ دے رہے ہیں جبکہ دشمن ہر طرف تلاش اور تعاقب میں ہیں ابوبکرؓ کے لیے بھی دشمن نے سو سو اونٹ کا انعام مقرر کر رکھا ہے جتنا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیئے لیکن ابوبکرؓ کسی خطرے کی پرواہ کیے بغیر اپنے آقا کی حفاظت کا ہر طرح سے انتظام کیا ہوا ہے۔

قبول اسلام کے جرم میں نوفل نے حضرت طلحہؓ اور انہیں ایک رسی میں باندھ رکھا ہے حدودِ حرم میں کفار نے اللہ کے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈالی ہوئی ہے بل دے رہے ہیں گلا گھٹنے کے قریب ہے کہ آپ کے اس مخلص ساتھی کو اطلاع ملتی ہے بھاگتا ہانپتا ہوا پہنچتا ہے کفار کے نرغے میں گھس کر آپ کو چھڑاتا ہے اُمرائے قریش جوش غضب میں محمدؐ کو چھوڑ کر مکہ کے اس امین و رئیس تاجر کو پکڑ لیتے ہیں اس قدر مارتے ہیں کہ بے ہوش ہونے پر ہی چھوڑتے ہیں بلند آواز سے اللہ کی کتاب کی تلاوت پر اس قدر تنگ کئے جاتے ہیں کہ اپنے آبائی شہر کو ہی چھوڑنے پر مجبور کر دیئے گئے

حضرت خدیجہؓ آپ کی ہمدرد و غم خوار شریک حیات ہر مشکل اور مصیبت کی گھڑی میں آپ کے ساتھ ہیں شعب ابی طالب میں محصور ہیں بھوک فقر و فاقہ اور طرح طرح کے مصائب مستقل مزاجی سے پورے تین سال تک برداشت کر رہی ہیں۔

حضرت علی شیرِ خداؓ ہیں کہ عمر میں تو چھوٹے ہیں لیکن بڑے بڑے مصائب میں حضورؐ کے ساتھ ہیں آقا کے بستر پر اس رات جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے ڈیوٹی دے رہے ہیں جو کہ صبح کو مقتل

بننے والا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے فرزند ہالہ کا کفار تلواروں سے قیمہ کر چکے ہیں حضرت عثمانؓ کو ان کا چچا قبولِ اسلام کے جرم میں کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا ہے اور پھر نیچے سے دھواں دے کر سنتا رہا ہے کفر کی طرف واپس لانے کی کوشش میں رسی سے باندھ کر مار رہا ہے۔

ظلم وستم تو سب پہ ہو رہا ہے ستایا سب کو جا رہا ہے لات و عزیٰ کے پجاری ان سے بغاوت کرنے والوں کو انہیں کی اطاعت کی طرف واپس لانے کی کوشش میں حتی المقدور سب کو ہی ستا رہے ہیں لیکن ان کے ستم کا صحیح شکار تو وہ بے آسرا مظلوم وبے کس مسلمان ہیں جنہیں غریب اور غلام کہا جا رہا ہے ظلم وستم والی اس سوسائٹی میں نہ ہی ان کا پرسانِ حال ہے شریک غم بلکہ ان پر تو ترس تک کھانے والا بھی کوئی نہیں کوئی آنکھ ایسی نہیں جو ان کے جسموں سے بہتے ہوئے خون پہ دو آنسو ہی بہا دے، نہ ہی کوئی دل ہے کہ جس کو ان بے کسوں کی حالت پر ترس آئے۔

دیکھو تو! امیہ بن خلف اپنے جانثار اور وفادار غلام کو کبھی تپتی دھوپ میں بٹھا چھوڑتا ہے کھانے کو کبھی کوئی چیز نہیں دیتا مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹتا ہے غصے میں جب اس کا پارہ اس سے بھی چڑھتا ہے تو گرم ریت پر لٹا دیتا ہے اور گرم پتھر اس کی چھاتی پر رکھ دیتا ہے لیکن اسی پر بس کہاں مکہ کی سنگلاخ چٹانوں پر گھسیٹنے کے لیے گلے میں رسی ڈالکر لڑکوں کے حوالے کرتا ہے اور وہ ہیں کہ بلارحم کے گھسیٹتے چلے جا رہے ہیں چمڑی کا چھلنا تو ظاہر ہے اگر کوئی ہڈی بھی ٹوٹ جائے تو کون پوچھنے والا ہے لیکن اللہ اللہ سزا بھگتنے والے کو دیکھو جیسے پرواہ تک نہیں وہ تو انہیں گویا اور ہی چڑا رہا ہے احدٌ احدٌ کے بے ساختہ نعرے لگا رہا ہے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

حضرت یاسرؓ کی دونوں ٹانگوں کو رسی سے باندھ کر کفار نے دو اونٹوں سے باندھ کر اور پھر ظالم دونوں اونٹوں کو مختلف سمت میں ہنکا رہے ہیں اور اسلام کے اس شیدائی کا بدن دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا بپھرے ہوئے ظالموں نے گویا اس طرح اپنی انتقام مردی کی ہے۔

حضرت خبابؓ بن ارت کا بھی جرم قبول حق ہے ان کے سر کے بالوں کو کھینچا جاتا ہے گردن مروڑ دی جاتی ہے لیکن اس پر بس کہاں، آگ کے انگارے اکٹھے کر کے انہیں آگ پر لٹا دیا جاتا ہے اور اس وقت تک اٹھنے نہیں دیا جاتا جب تک کہ خون اور چربی جسم سے نکل کر اس آگ کو سرد نہ کر دے ان کی تو پیٹھ پر کے داغ ہی چمڑہ جل جانے سے پڑ گئے تھے کفار اپنے جہنم میں جلائے جانے کا بدلہ ان سے گویا پیشگی ہی چکا رہے ہیں۔

حضرت سعد بن زیدؓ کو رسیوں میں باندھ کر پیٹا جا رہا ہے حضرت مصعبؓ بن عمر کو اسلام لانے کی پاداش میں فرماں نے بھی سب کچھ چھین کر گھر سے نکال دیا ہے اور یہ ہیں کہ اقاقم وحریر کی بجائے لباس تقویٰ پہننے پر راضی اور خوش ہیں حضرت صہیبؓ کو اس قدر مارا جاتا ہے کہ حواس ہی معطل ہو جاتے ہیں حضرت ابو فکیہہؓ کے حق کی طرف اٹھنے والے پاؤں میں رسی باندھ کر آگ کی طرح تپتی ریت پر لگاتار گھسیٹے رہے ہیں اور اب تو شاید جان لینے کو گلہ ہی دبا دیا گیا سینے پہ اس قدر بھاری پتھر کہ کلمہ شہادت کہنے والی زبان بھی باہر نکل آتی ہے لیکن مزے ستم کے لوٹ رہے ہیں۔

حضرت عمار ریت پر لٹائے جاتے اور پھر مارا جاتا ہے۔
حق کے شہیدوں اور بے گناہ مقتولوں کی اس جماعت میں عورتیں

ہمارا مشن دنیا کو چھوڑ کر بیٹھ رہنا نہیں ہے۔ بلکہ یہ دنیا ہمارے رب کی ہے۔ اس نے سب کو رہنے کے لیے دی ہے اور ہمیں اسے سنوارنے کے لیے بھیجا ہے۔ ہمارا مشن یہ ہے کہ ترک دنیا کی بجائے ہم اس دنیا کو استعمال کریں۔ جس کے لیے یہ بنی ہے۔ جو قاعدہ رب کریم نے اسے استعمال کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام یا ذکر الٰہی ترقی کی راہ پر رکاوٹ نہیں ہے یہ پستیوں سے اٹھا کر عظمتوں سے آشنا کرنے کا آسان ترین راستہ، مختصر ترین زینہ ہے

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

بھی ہیں طاغوتی قوتیں اپنا سارا زور لگانے کے باوجود ان کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لرزش پیدا نہیں کر سکیں۔

حضرت سمیہ رضؓ کفر کے سرپنچ ابوجہل کی لونڈی ہیں اس سفاک کی قوت برداشت سے ہی باہر ہے کہ خود اس کے گھر میں خدائے واحد کا نام لیا جائے جب یہ روکے نہیں رکتیں تو غصے میں دیوانہ ہو کر اس بے دردی سے وہ نیزہ مارتا ہے کہ شہید ہو کر ہر مصیبت سے نجات پا کر ساتھ ہی تمغہ شہادت حاصل کرتی ہیں۔

حضرت زنبیرہ رضؓ بھی ایک لونڈی ہیں حضرت عمرؓ قبول اسلام سے پہلے انہیں بہت ستاتے ہیں ابوجہل نے تو انہیں مار مار کر اندھا ہی کر دیا اور اذیت دینے کے ساتھ کہتا ہے لات و عزیٰ نے اُن سے بغاوت کے جرم میں تمہاری بینائی چھین لی۔

حضرت زنبیرہ رضؓ "لات و عزیٰ بھلا کیا ہیں! میرا رب ہر چیز پر قادر ہے وہ میری بینائی پھر لوٹا سکتا ہے

اگلی صبح آنکھوں کی بینائی تو ٹھیک ہو گئی تو خدا کے دشمن اب بہانہ کرتے ہوئے کہتے ہیں "یہ تو محمدؐ کا جادو ہے"۔

حضرت زیدؓ اپنے محسن و مربی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا چبھنا بھی برداشت نہیں کرتے لیکن مکے والے ان کا سر ہی قلم کر دیتے ہیں اور حضرت خبیبؓ کو پکڑ کر سُولی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ بعض اصحاب کو کنار لگائے یا اُونٹ کی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے ہیں اور بعض مسلموں کو لوہے کی زرہ پہنا کر گرم گرم پتھروں پر گرا چھوڑتے ہیں انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر بھی مسلمان کتنی قربانیاں دے رہے ہیں حرام رضؓ بن ملحان اور ان کے ساتھ ۷۰ رفقاء کو بیر معونہ کے مقام کے عصیہ و عل اور ذکوان قبائل کے ہاتھوں بے کسی میں جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔

واقعہ رجیع میں حضرت عاصمؓ اور اُن کے ساتھ رفیقوں کے بدن بنو لحیان کے ایک سَو تیر اندازوں کے تیر چھلنی کر چکے ہیں۔

۷ھ میں ابن ابی العوجاءؓ کے ۴۹ ساتھی قبیلہ بنو سلیم کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں حضرت کعب بن عمیر غفاریؓ مع اپنے ساتھیوں کے ذات اطلاح کے میدان میں جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

ان گوناگوں مصائب ، تکالیف اور زیادتیوں کو مسلمانوں نے بڑے صبر و تحمل اور ہمت و استقلال سے برداشت کیا انہی مصائب و مشکلات اور شدائد کو برداشت کرنے کی وجہ سے مومنین، صالحین کے ایمان کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اسلام کی خاطر ان اذیتوں کو برداشت کرنے میں انہیں ایک خاص قسم کی روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے جس کی کیفیت کا اندازہ بھی کرنا ہمارے بس میں نہیں یہ ساقی کوثر کے خم خانے جادو کا نشہ تھا۔

مولانا محمد ابوالحسن ندوی کے الفاظ ہیں۔

"ان آزمائشوں اور ابتلاؤں سے ان کے عقیدے میں مزید پختگی ان کے یقین میں مزید استحکام ان کے دینی احساس میں ترقی اور ان کے ایمان میں لذت و حلاوت پیدا ہوئی۔ ان کی طبیعتوں میں نکھار پیدا ہوا اور اس تپش سے سونا بن کر نکلے۔"

شرک و بت پرستی کی تمام دیواروں کو ڈھا دینے والے اشاعت اسلام کے ہر راستے کی ہر رکاوٹ کو اپنی ہمت، جوش اور جذبے میں بہا لے جانے والے یہی وہ مخلص لوگ تھے جو جان ہتھیلیوں پر رکھے قبائل عرب اور قیصر و کسریٰ کے محلات میں پیغام حق سنانے پہنچے عمارت اسلام کے لیے اینٹوں کی بجائے ہڈیاں اور سیمنٹ کی جگہ اپنا گوشت اور پانی کی جگہ خون پیش کرنے والے یہی تو ہیں جن کی قربانیوں کا اعتراف خود کائنات نے رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ کے تحسین آمیز الفاظ میں کیا ہے۔

کن کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھو اللہ احد کہتے تھے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کو
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزدان کو
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

وما علینا الا البلاغ!

امریکہ میں کھانے پینے کی اشیاء میں احتیاط

ڈاکٹر ظہور الحق

اس تحریر کا محرک یہ جذبہ ہے کہ ہمارے جو مسلمان بھائی تھوڑی یا زیادہ مدت کے لیے امریکہ یا بیرونی غیر مسلم ممالک میں جاتے ہیں ان کو وہاں پر دستیاب کھانے پینے وغیرہ کی چیزوں میں موجود حرام اجزاء سے آگاہ کیا جائے۔

جو حضرات وہاں پہلی بار جاتے ہیں وہ ناواقفیت یا لاعلمی کی وجہ سے نادانستہ طور پر ان حرام اجزاء سے پرہیز نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہر مسلمان کو بالعموم اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے ساتھیوں کو بالخصوص ایسی چیزوں سے بچنے کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے۔ ایسی چیزوں سے نادانستہ یا دانستہ پرہیز نہ کرنے کا منطقی نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ متعلقہ شخص دین اسلام سے آہستہ آہستہ بے بہرہ ہوتا جائے۔ اور امریکی معاشرے میں رفتہ رفتہ ملوث ہوتا جائے۔ میرے ایک دوست واشنگٹن ڈی سی میں قیام پذیر ہیں جو بہت دیندار ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ میں رہنے والے پاکستانی مسلمانوں کی موجودہ نسل اگر انتہائی کوشش کے باوجود اسلام پر قائم رہ جائے تو بڑی بات ہے۔ لیکن ان کی اگلی نسل تو ضرور عیسائی ہو جائے گی۔ کیونکہ سکولوں میں جو کھانا دیا جاتا ہے اس میں حرام اشیاء ہی ہوتی ہیں۔ نیز سکولوں کی تعلیمات میں عیسائی مذہب کی مناسبت سے ہی ساری باتیں ہوتی ہیں۔ جو کہ بچوں کے ذہنوں پر ضرور اثر انداز ہوتی ہیں امریکہ میں رہنے والے جن مسلمان بھائیوں کے بچے سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ انہیں پابندی کے ساتھ اپنے بچوں کو گھر سے حلال اور طیب کھانا LUNCH BOX میں رکھ کر دینا چاہیے اور بار بار سرزنش کرنی چاہیے کہ وہ سکول سے یا ریستوران سے کوئی چیز نہ کھائیں پئیں۔

یہ معلومات تین سالہ امریکی قیام کے دوران ذاتی تجربے اور تحقیق پر مشتمل ہیں۔ اس مضمون میں جابجا انگریزی الفاظ اور اصطلاحات استعمال کئے گئے ہیں جنکی وجہ یہ ہے کہ امریکہ میں انہی الفاظ کا استعمال ہوتا ہے اور اس طرح قاری کے لیے متعلقہ غذائی اجزاء کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ نیز ان الفاظ کے اردو متبادل آسانی سے دستیاب بھی نہیں ہیں۔

ابتداء میں ان حرام اجزاء کا تعارف کروایا جا رہا ہے جو کہ عام طور پر غذائی اشیاء میں شامل کئے جاتے ہیں۔ ایک لحاظ سے وہاں حرام سے بچنے میں آسانی بھی ہے۔ وہ یہ کہ غذائی اشیاء کے تمام پیکٹوں پر ان تمام اجزائے ترکیبی کی فہرست لکھی ہوتی ہے۔ جو اس چیز میں شامل کئے گئے ہوں۔ اس لیے کبھی بھی بغیر اجزاء ترکیبی (Ingradant) پڑھے کوئی چیز نہ خریدنی چاہیے۔ حرام اجزاء میں سرفہرست مانو اینڈ ڈائی گلیسرائڈ ہیں جو بیشتر اشیاء میں ملائے جاتے ہیں۔ گلیسرائڈ (Glyceride) حیوانی خلیے کا ایک حصہ ہے۔ جو کہ گائے یا سور کے گوشت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اسے محفوظ کن (Preservative) کے طور پر کھانے کی چیزوں میں ملایا جاتا ہے۔ جو کہ پیکٹوں میں بند کر کے دکانوں پر فروخت کی جاتی ہیں۔ ہوٹلوں اور ریستورانوں پر دستیاب خوراک میں یہ شامل نہیں ہوتے لیکن اس صورت میں اور قباحتیں موجود ہیں۔ جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ سور کے گوشت کو پورک (PORK) کہا جاتا ہے۔ اور اس سے بنائے ہوئے ایک اور جزو کا نام (SWINE PEPSIN) ہے جو بعض اشیاء میں ملایا جاتا ہے۔ سور کی چربی کو لارڈ (LARD) کہا جاتا ہے۔ یہ

چونکہ دوسری چکنائی کے مقابلے میں بہت سستا ہے۔ اس لیے اسے سستی خوراکوں میں عام استعمال کیا جاتا ہے اس کے سستا ہونے کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ایک گیلن کارن آئیل یا مکئی کا تیل جو کہ عام طور پہ گھی کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے کی قیمت تقریباً آٹھ ڈالر فی گیلن ہے جبکہ لارڈ کے ایک گیلن کی قیمت تقریباً ایک ڈالر فی گیلن ہے۔ حیوانی چربی (ANIMAL FAT) کو بھی چند مصنوعات میں شامل کیا جاتا ہے۔ جو کہ یا تو لارڈ ہی ہوتا ہے اور اکثر (CHICKEN) یا (BEEF) کی چربی ہوتی ہے۔ دہی جسے (YOGURT) کہا جاتا ہے کو گاڑھا کرنے کے لیے اور جیلی وغیرہ میں ایک اور حیوانی جزو جلاٹین (GELATIN) ملایا جاتا ہے جو حیوانی ہڈیوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ صابن اور ٹوتھ پیسٹ میں جو حیوانی تیل استعمال کیا جاتا ہے اسے ٹیلو (TALLOW) کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا نام Soy Tallow ہے اور دوسرے کا (Pork and Beef Tallow)

یہ دونوں حرام ہیں اور صابنوں میں ڈالے جاتے ہیں۔ صابنوں کے پیکٹوں پہ (Tallow) لکھا ہوتا ہے۔ جس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس میں کونسا (Tallow) استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے اس میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک اور آسانی بھی موجود ہے کہ اشیاء کے پیکٹوں پہ اکثر (Toll Free number) درج ہوتا ہے۔ جو کہ مفت ٹیلیفون کال کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور متعلقہ کمپنی سے اس چیز کے بارے میں مزید معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ بعض اوقات الکوحل یعنی شراب بھی کھانے پینے کی چیزوں میں ملائی جاتی ہے۔

امریکہ میں عارضی طور پہ رہنے والے عرب طلبہ کی بعض انجمنوں مثلاً مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن نے عام طور پہ دستیاب اشیاء کے حوالے سے حلال و حرام کی فہرستیں بھی مرتب کی ہوتی ہیں۔ لیکن وہ ہمارے لیے سودمند نہیں کیونکہ انہوں نے بیف اور چکن کو جائز شمار کیا ہے۔ جبکہ یہ جانور ہیں تو حلال، لیکن ان کا گوشت اور چکنائی

فرمایا: برزخ سامنے دکھائی دیتا ہے راستہ لمبا اور معاملہ دشوار ہے۔ اقارب و رشتہ دار تو مردے کو نہیں اپنے فائدے کو روتے ہیں۔ تن تنہا حساب و کتاب ہونے والا ہے۔ آباؤ اجداد کی قبور تک کا ہمیں اب علم نہیں یہی حساب ہمارا ہوگا۔ خصوصاً آخر عمر میں اللہ کی طرف متوجہ رہیں جو ان سب کام کریں۔ ڈیوٹی ٹھیک کریں۔ سب چیزیں ٹھیک کریں۔ بیوی بچے غرضیکہ ہر کام کریں لیکن خدا کو نہ بھولیں۔

(حضرت مولانا اللہ یار خان)

وغیرہ حلال صرف اسی صورت ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان نے تکبیر پڑھ کر انہیں ذبح کیا ہو۔ جبکہ مشینی طور پہ کاٹے گئے ان جانوروں کا گوشت شرعاً حرام ہے۔ اس لیے جن اشیاء کا یہ جزو ہو گا وہ بھی ناقابل استعمال ہوں گی۔

اگر آپ پاکستانی ائرلائن سے امریکہ کا سفر کریں تو ان کے دعوے کے مطابق وہ جہاز میں حلال خوراک فراہم کرتے ہیں۔ لیکن کسی امریکی، برٹش یا جرمن وغیرہ کی ائرلائن سے سفر کر رہے ہوں تو دوران پرواز بھی کھانے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعض حضرات اس صورت میں (Sea Food) طلب کرتے ہیں لیکن تریں ریسٹورنٹ کا پوچھیں گے۔ اگر یہ ریسٹورنٹ دستیاب نہ ہوں تو کسی دوسرے ریسٹورنٹ میں جا کر سلاد والے حصہ میں جو کہ عام طور پہ سلیف سروس اور No Limit ہوتا ہے۔ آپ وقتی طور پہ گزارہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں دہی اور Cheese والی اشیاء کا استعمال نہ کریں۔ صرف ابلے ہوئے انڈے، کچی سبزیاں فروٹ کے ٹکڑے وغیرہ کھائیں انڈے کا آملیٹ نہ جسے Scrambled egg کہتے ہیں بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ کارن آئل میں بنایا گیا ہو۔ اس کے علاوہ آلو کے تلے ہوئے ٹکڑے بھی جنہیں French

FILLET کیا جاتا ہے۔ McDonald اور دوسرے ریستورانوں سے مل سکتے ہیں۔ بعض اوقات ابلے چاول بھی مل سکتے ہیں۔ مچھلی میں اگر ممکن ہو تو Smoked Fish طلب کی جائے، بجائے تلی ہوئی مچھلی کے۔ دوسری اقسام کے سمندری جانور مثلاً Shrimps, Crab Prawn, Oyster, Lobster ہرگز نہ کھائے جائیں۔ ریستورانوں میں کھانے کے ساتھ جو ڈبل روٹی یا بند وغیرہ کے Slice اور ٹکڑے دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر میں بھی حرام اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ اس لیے پرہیز لازم ہے۔ ریستورانوں کے ایک اور سلسلہ کا نام DUNKIN DONUTS ہے۔ یہاں روایتی کھانا تو نہیں ملتا لیکن DOUGH-NUTS یعنی آٹے کے بنے ہوئے Ring رنگ نما مٹھائی کی طرح کے NUT ملتے ہیں جو کہ CORN OIL سے تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ Refreshment اور پارٹیوں کے لیے اور بعض اوقات بطور کھانا بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ریستوران تقریباً ہر شہر میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض دن رات کھلے رہتے ہیں اور ہفتہ میں ایک دن عام قیمت سے کم پر NUTS فروخت کئے جاتے ہیں۔

اشیائے خورد و نوش کی بڑی دکانوں (GROCERY STORES) سے جو گوشت ملتا ہے وہ حرام ہوتا ہے۔ اس لئے یا تو شہروں کے نواحی علاقوں میں فارموں پہ تلاش کر کے بھیڑ بکرے یا مرغیاں خود ذبح کی جائیں اور مچھلی کے علاوہ باقی تمام آبی جانور بھی تو ناجائز ہیں۔ لہٰذا اگر کسی بھی قسم کی مچھلی مل سکے تو کھا لیں۔ اور وہ بھی تحقیق کر کے کہ اس کے پکانے میں (LARD) یا کوئی اور ناجائز چیز تو استعمال نہیں کی گئی۔ یہی حال (Seafood Restaurants) کا ہے۔ لوبیا جس کی دو اقسام یعنی سفید لوبیا (Black-Eye Beans) اور سرخ لوبیا (Kidney Beans) عام طور پہ دستیاب ہیں، یہی جہاز یا ریستوران میں نہیں کھانی چاہئیں کیونکہ (Beans) کو عام طور پہ Lard اور Pork کے ساتھ پکایا جاتا ہے۔ ٹین کے ڈبوں میں بند پکی ہوئی Beans کا بھی یہی حال ہے۔

ریسٹورنٹ کے کھانے میں بھی بہت احتیاط کرنی ضروری ہے۔ Seafood کے ریستورانوں میں صرف LONG JOHN SILVER نامی ریسٹورنٹ میں مچھلی سے تیار شدہ اشیاء صحیح ہیں۔ کیونکہ یہ کارن آئیل استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور قسم کا ریسٹورنٹ

اتباع سُنت

ایک بات یاد رکھیے حضور اکرمؐ کی کوئی سنت معمول نہیں بلکہ حضور اکرمؐ کی ہر سنت عنداللہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا مسلسل خلاف سنت سے اس تار کے کٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جب یہ تار کٹ جاتا ہے تو آدمی آوارہ ہو جاتا ہے۔ مذاہب باطلہ میں سے کوئی نہ کوئی اسے اچک لے جاتا ہے۔ لوگ جو حق کو چھوڑ کر باطل کی گود میں جا بیٹھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ حق کو شعوری طور پہ قبول کرنے کے بعد اسے بقائمی ہوش و حواس ترک کرتے ہیں بلکہ اس کی وجہ وہی ہوتی ہے کہ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی وہ قلبی طور پر حق سے ناآشنا اور بے گانہ ہوتے ہیں ورنہ مذہب تبدیل کرنا تو اتنا مشکل کام ہے کہ آپ ایک بت پرست سے بھی اس کے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے پتھر کی پوجا بھی نہیں چھڑا سکتے۔ حالانکہ اس حرکت کا عقل عامہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایک مسلم دین فطرت یعنی اسلام کو کسی وجہ سے چھوڑ دے اور اس تبدیلی مذہب اور باطل کو قبول کر لینے کی اصل وجہ اس قلبی تعلق کا تار کٹ جانا ہوتا ہے۔ اب وہ کٹے ہوئے پتنگ کی طرح جس جھاڑی سے الجھ گیا وہیں کا ہو رہا۔

(حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ)

PIZZA HUT بھی صحیح ہے لیکن اس میں احتیاط یہ ہے کہ PIZZA پر کسی سبزی مثلاً پیاز، ہری مرچوں یا مشروم وغیرہ کی TOPPING ہی استعمال کی جائے۔ PIZZA ایک روٹی ہوتی ہے اس پہ ایک تہہ CHEESE اور Topping کی جماکر OVEN لگاکر اوڈر دینے پہ تازہ تیار کی جاتی ہے۔ اس قسم کے ریسٹورنٹ میں جو CHEESE استعمال کیا جاتا ہے وہ سور کی چربی سے پاک ہوتا ہے۔ باقی اقسام کے Pizza بھی ناقابل استعمال ہیں۔ یہ دو قسم کے ریسٹورنٹ عام طور پہ ہر شہر اور ہر علاقے میں ہوتے ہیں۔ اگر شروع میں معلوم نہ ہو تو کسی سے پوچھ کر یا پبلک فون میں موجود ڈائریکٹری سے ان کا فون معلوم کرکے انہیں کال کرکے ان کا ایڈریس اور جس جگہ سے آپ فون کر رہے ہیں وہاں سے ریسٹورنٹ پہنچنے کا راستہ پوچھ کر وہاں جا سکتے ہیں۔ بعض اوقات ایک شہر میں ان اقسام کے کئی کئی ریسٹورنٹ ہوتے ہیں اس صورت میں آپ اپنی LOCATION بتاکر قریب ...

گوشت کو FREEZER میں ذخیرہ کیا جائے۔ یا پھر قریبی اسلامک سنٹر یا مسجد سے حلال گوشت حاصل کیا جائے۔ دکانوں سے FRESH FISH منجمد حالت میں دستیاب ہوتی ہے۔ اور TUNA مچھلی ٹین کے چھوٹے ڈبوں میں بھی بند مل جاتی ہے۔ اس میں سے وہ لینی چاہیئے جو کہ SPRING WATER میں محفوظ کی گئی ہو۔ مچھلی سے ایک تیار شدہ خوراک جسے FISH STICKS کہا جاتا ہے بھی فروزن فوڈ والے حصے میں

بقیہ

لو اور حق کے ساتھ صرف کرو،، قائم نہ رہ سکے گا۔

اس لئے اسلام نے مسلمانوں کے متوسط درجہ کو سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی اور ان تمام سامانِ تعیش کو جو رومیوں اور ایرانیوں کے جزوِ زندگی بن گئے تھے ناجائز قرار دیا۔

چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ حریر و دیبا پہنو نہ سونے چاندی کے برتن میں پانی پیو۔ اور نہ سونے چاندی کی طشتریوں میں کھاؤ۔ نیز فرمایا جو شخص سونے چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے گھونٹ اُتارتا ہے۔"

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے حرام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ انتہائی عیش پرستی اور انتہائی نزاکت ونفاست کو جو انسان کو بالکل دنیا کی طرف مائل کردے ناپسند کرتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے معمولی عیش پرستی کی یہ تعریف کی ہے کہ "عمدہ چیزوں کا انتخاب اور بری چیزوں سے اجتناب،،

"اسلام اس کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ صاف کپڑا پہنو میلا نہ پہنو"

سادہ زندگی

لیکن انتہائی عیش پرستی یہ ہے کہ مثلاً ایک ہی جنس کی چیزوں میں عمدہ ترین چیز کے انتخاب پر جان دینا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ تباہی کا اصل سبب یہی عیش پرستی ہے

دیسی کپڑوں اور دوسری چیزوں کو چھوڑ کر جو لوگ ولایتی کپڑے کے بغیر استعمال کرنا گوارا نہیں کرتے اور دیسی چیزوں سے ناک چڑھاتے ہیں تو اس کا سبب یہی انتہائی عیش پرستی ہے امراء اور رئیسوں اور ان کی دیکھا دیکھی متوسط طبقہ میں مقابلہ در حقیقت اسی قسم کی عیش پرستی میں ہوتا ہے۔

غرض ایک ہی جنس کی چیزوں میں اسی قسم کے مختلف درجے قائم کئے جائیں تو اس کثرت سے مدارج نکلیں گے کہ انسان کا دماغ ان کی جستجو میں اور انسان کا مال ان کی خرید میں ہمیشہ تباہ ہوتا رہے گا۔

چنانچہ حال ہی میں ایک رئیس نے امریکہ سے ایک لاکھ بائیس ہزار روپے میں ایک کتا منگایا ہے)

اس لیے اسلام نے اس پریشان خیالی کو دور کرنے کے لیے ایک متوسط درجے کی زندگی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے اور انتہائی عیش پرستی کی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ معارف)

دستیاب ہوتی ہے۔ اس میں FISHER BOY کمپنی کے بیکیٹ قابل استعمال ہیں۔ ان بسکٹوں کو کھانے سے پہلے گرم کرنا پڑتا ہے۔ انڈے بھی پروٹین کی فراہمی کا اہم ذریعہ ہیں اور ہر جگہ بکثرت دستیاب ہیں۔

پھلوں میں سے صرف سیاہی مائل سرخ سیب جنہیں RED DELICIOUS کہا جاتا ہے نہیں کھانے چاہئیں۔ کیونکہ انہیں چمکانے اور محفوظ کرنے کے لیے ان پر جس مرکب کی مالش کی جاتی ہے۔ اس میں سور کی چربی کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ باقی سب پھل درست ہیں۔ پیکٹوں میں بند مختلف کمپنیوں کی اشیاء مارکیٹ میں ملتی ہیں۔ انہیں ان کے INGREDIENT پڑھ کر خریدنا چاہیئے۔ NABISCO کمپنی کی تمام اشیاء میں حرام کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ماسوائے دو اشیاء کے جو کہ سوجی CREAM of WHEAT اور کھیر مکس (CREAM OF RICE) ہیں۔ بسکٹوں (Cookies) میں ایک کمپنی AL - MOST HOME قابل استعمال بسکٹ بناتی ہے جو کئی اقسام میں دستیاب ہیں۔

دہی میں عام طور پر جلاٹین کی آمیزش ہوتی ہے۔ دو برانڈ جو اس سے پاک ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام YOPLAIT اور دوسرے کا نام DANNON ہے یہ دہی MIXED FRUIT YOGURT کی صورت میں بھی ملتے ہیں۔ آئس کریموں میں بھی جلاٹین یا GLYCEDE ملے ہوتے ہیں۔ ایک اچھا برانڈ جو پاکیزہ ہے اس کا نام

Lady Borden Grand Old Vanilla

ایک اور قسم کے ریسٹورنٹ کا نام Dairy Queen ہے جن پر زیادہ تر آئس کریم ہی ملتی ہے۔ ان کے بعض برانڈ بھی پورک اور لارڈ وغیرہ سے پاک ہوتے ہیں جو پڑھنے پر پتہ چل جائے گا۔ چیز (cheese) میں بھی حرام اجزاء کی آمیزش کی جاتی ہے۔ لیکن چیز کے بعض برانڈ اس سے مبرا بھی ہیں۔ صرف دو برانڈ جن کے نام Chedder اور Montery JACK ہیں سے پرہیز لازم ہے۔ اس کے علاوہ باقی برانڈ عام طور پر درست ہیں۔ Soft Philadelphia میں ایک برانڈ جس کا نام Cheese American Cheese ہے، یہ بھی درست ہے جو کہ Cheese Slices کی شکل میں ہوتا ہے۔

بعض شہروں میں پکی پکائی روٹیاں بھی پیکٹوں میں ملتی ہیں جنہیں Tortilla کہا جاتا ہے۔ ان کے اکثر برانڈ LARD کی ملاوٹ سے بنائے جاتے ہیں جبکہ اکا دکا برانڈ کارن آئل سے بھی بنائے جاتے ہیں۔ یہ بھی اجزاء ترکیبی پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

ڈبل روٹی کے بارے میں بھی میں نے کافی چھان بین کی ہے۔ بڑے سٹوروں پر جہاں ڈبل روٹی کے بیسیوں برانڈ موجود ہوتے ہیں صرف ایک یا دو برانڈ ہی قابل استعمال ہوتے ہیں۔ ڈبل روٹیوں میں عام طور Glyceride کی آمیزش کی جاتی ہے۔ ایک برانڈ جو تقریباً ہر بڑے سٹور پر دستیاب ہے اس کی کمپنی کا نام Country Hearth ہے۔ اور اس میں ایک قسم بغیر چھنے ہوئے ہوئے آٹے کی روٹی (Whole Wheat Bread) کا ہے۔ جسے Granola کہتے ہیں۔ اس ڈبل روٹی کی کوالٹی بھی بہت اچھی ہے۔ اور حرام اجزاء سے بھی پاک ہے۔ لیکن عام ڈبل روٹیوں سے ذرا مہنگی ہے۔ یوں سمجھئے کہ عام ڈبل روٹی اگر ۵۰ سینٹ کی ملتی ہو تو Granola تقریباً سوا ڈالر کی ملے گی۔ یہ مہنگائی والا اصول تقریباً تمام پاک اشیاء نے خوردنی پر لاگو ہوتا ہے۔ یعنی جو چیزیں حلال اور جائز ہوں گی وہ ذرا مہنگی ہوں گی۔ لیکن حلال اختیار کرنے اور حرام کو چھوڑنے کے لیے اگر چند سینٹ زیادہ خرچ ہو جائیں تو بھی سودا سستا ہے۔ چائے اور کافی عام طور پر ٹھیک ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں صرف ایک احتیاط کی ضرورت ہے کہ خشک دودھ کی جو پڑیاں (Creamer) اس میں شامل کرنے کے لیے ملتے ہیں ان میں Glyceride ملے ہوتے ہیں۔ یہ کریمر ڈبوں میں بھی ملتے ہیں۔ اس لیے چائے اور کافی بغیر کریم ملائے پینی چاہیے۔ اگر گھر میں چائے بنانی ہو تو اس میں حسب منشا گائے کا دودھ شامل کر سکتے ہیں۔ لیکن ریستورانوں اور ہوائی جہازوں میں گائے

باقی صہ ۵۵ پر

سفرنامہ

مولانا محمد اکرم مدظلہٗ

بنتِ حوّا اور دیارِ مغرب

۱۳ اپریل لندن سے نیویارک آنا ہوا۔ TWA کا جہاز تھا اور غالباً انسانوں کا ایک شہر ہوا کے دوش پہ ہوتا ہے کم و بیش سات صد انسان۔ ان خواتین و حضرات اس میں سوار مسلسل سات گھنٹے فضا میں سفر کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ پہلا تجربہ تو جہاز میں یہی حیران کن تھا کہ متذکرہ تعداد میں ہم پانچ آدمی کلمہ گو تھے اور باقی سب خالق کائنات کے تصور تک سے محروم۔ حلال و حرام کی تمیز تک سے بے بہرہ۔ شرم و حیا کی حدود و قیود سے ناآشنا محض خواتین یا صرف حضرات اختلافِ جنس کے علاوہ تمام عادات خصائل میں ایک ہی جیسے اور پھر اس جنسی اختلاف کے اختلاط یا یکجائی سے پیدا ہونیوالے حیا سوز مناظر جسکی کمی وہ فلمیں پوری کر رہی تھیں جو جہاز کے اندر پردہ سکرین پہ رقصاں تھیں۔ جہاز کے ہوا میں بلند ہونے سے لے کر واپس زمین پہ اترنے تک ہزاروں بوتلیں مختلف قسم کی شرابیں ان کے حلق سے اتر چکی تھیں کھانے میں سرفہرست خنزیر تھا اور اس کے علاوہ جس قسم کا گوشت بھی تھا بغیر ذبحہ کے تھا۔ اگر اسمیں چاول یا اُبلی ہوئی سبزی تھی تو ہر ڈبے میں حرام گوشت کے نیچے دبی ہوئی تھی لے دے کر گرم پانی اور چائے کی پڑیا تھی جو ہم استعمال کر سکتے تھے یا پھر چند بسکٹ جو ہم نے ساتھ رکھ لیے تھے علاوہ ازیں کوک وغیرہ کے بند ڈبے اور بس۔ جہاز میں کھانا تقسیم ہوا تو اس قدر بدبو پھیلی کہ جی چاہتا تھا انسان چھلانگ لگا کر باہر نکل جائے۔ شاید یہ لوگ اس الم غلم کو کھانے کے عادی ہو چکے ہیں ورنہ سادہ لفظوں میں صرف غلاظت کھائی جارہی تھی۔ اور یہی کچھ پینے کو بھی تھا۔ اس اخلاقی اعتبار سے بے لگام روحانی اعتبار سے مردار اور محض حیوانی انبوہ کو دیکھ کر بے اختیار رب کریم کے احسانات سے گردن جھکی جارہی تھی۔ اور ایک موقع تھا کہ انسان اندازہ کرے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ان محنتوں ان مشقتوں اور مجاہدوں کا کہ روئے زمین پر اس سے بہت ہی بدتر حال تھا۔ جب آپؐ نے اللہ کے بھروسے پہ اللہ کی توحید کا علم بلند فرمایا۔ جہاز میں کم از کم کوئی ٹھیکٹا تو نہ تھا اور تعداد چند سو تھی مگر روئے زمین پہ کسقدر فساد تھا۔ اور تعداد اربوں میں تھی۔ ہمیں صرف چند گھنٹے گزارنے تھے۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی معاشرے کی اصلاح فرمائی جو عقائد میں اعمال میں اخلاق و کردار اور ایک پورا معاشرہ تشکیل فرما دیا جو اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ بھی آپؐ ہی کی تقسیم کردہ اور عطا فرمودہ قوتِ ایمانی تھی جو ہمیں جم غفیر میں حرام سے بھی بچائے ہوئے تھی اور اللہ کی یاد سے ہمارے دل بھی روشن تھے۔

نیویارک پہنچے تو عجیب اتفاق ہے کہ کل بھی شہر جانا پڑا اور آج بھی۔ سڑکوں، دکانوں، بازاروں میں ایک ہجوم ہے ایک بھیڑ ہے لوگوں کی مردوں کی عورتوں کی جس میں دو باتیں سرفہرست ہیں ایک تو آپ اکثریت کو کھاتے پیتے ہوئے دیکھیں گے چل رہے ہیں کھڑے ہیں بات کر رہے ہیں مگر کچھ کھا پی بھی ضرور رہے ہیں۔ موٹر چلا رہے ہیں مگر ساتھ ساتھ منہ بھی چل رہا ہے بلکہ موڑ کاٹنے کے لیے اگر دونوں ہاتھ سٹیرنگ پہ ہیں تو بہ گر منہ میں بھرا ہوا ہے۔ یا کم از کم سگریٹ تو ضرور ہوگا۔ اور دوسرے جنسی خرمستیاں اگر کھا نہیں رہے تو اکثریت جوڑا جوڑا ہوگی اور سرِراہ، سرِبازار چل بھی رہے ہیں اور خرمستیاں بھی جاری ہیں۔ لباس میں یہ لوگ ویسے ہی آزاد ہوتے ہیں۔ سردی میں کپڑا سردی سے بچنے کے لیے پہنتے ہیں اور گرمیوں میں پتلی سی نیکر اور بنیان مردوزن کا لباس ہے۔ گورے کالے بچے بوڑھے سب ایک ہی حال میں مست ہیں۔ جیسے جنگلی جانوروں کا ایک بہت بڑا ریوڑ ہو جس میں مختلف عمروں اور مختلف قدوقامت کے نر ماداؤں کو کہیں سونگھ رہے ہیں۔ کوئی چاٹ رہا ہے یا پھر کبھی ہری بھری گھاس پہ منہ مارنے لگ جائے اور بس یہ یہاں

زندگی کی بہار ہے اور اس معاشرے کی ہلکی سی جھلک جس کو اپنانے کے لیے پاکستان میں خواتین نے اپنا نام ترقی پسند رکھ لیا ہے اور جہاں تک پہنچنے کے لیے کبھی جلوس نکالے جاتے ہیں کبھی مردوں کو ظالم بتایا جاتا ہے اور کبھی حقوق نسواں کی آڑ لیکر آگے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے کاش وہ یہ دیکھ سکیں کہ یہاں عورت نام کی کوئی ہستی تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی یہاں تو جنسی کھلونے ہیں۔ جو اپنی رغبت تک کھو چکے ہیں۔ اور اب معاشرے میں بات ہم جنس پرستی سے بھی کہیں آگے بڑھ چکی ہے۔

عزت و حیا جیسی باتیں ان کی لغت سے مٹ چکی ہیں۔

اگر کسی کو آخرت پہ ایمان نصیب نہ ہو تو بھی دنیا میں ایک، وقتاً ایک، قدر کی تمنا تو رکھتا ہے۔ مگر یہاں اقدار لٹ چکی ہیں پیار و محبت اپنے معانی سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور جو صورت حال روز قیامت سخت پریشان کن ہوگی کوئی کسی دوسرے کو نہیں پوچھے گا بلکہ اپنی ذاتی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوگا وہ ان لوگوں پہ پوری طرح سے اپنے اثرات ڈال رہی ہے کہ ہر گناہ سے آخرت میں ایک عذاب تو تیار ہوتا ہے اور یہی عذاب منعکس ہو کر گناہ گار کی زندگی کو تلخ کر دیتا ہے۔ جیسے ہر نیکی پہ مرتب ہونے والے ثواب آخروی کے اثرات نیک آدمی کے دل کو دنیا میں بھی سکون فراہم کرتے ہیں۔ یہ معاشرہ آخرت کے اجتماعی عذابوں کی انعکاسی کیفیات کا مظہر ہے۔

اور یہ دکھ اس وقت دو چند ہو جاتا ہے جب انسان یہ سوچتا ہے کہ برہنہ پھرنے والے یہ جسم بنت حوا کے ہیں ان کا ہمارے ساتھ انسانی رشتہ تو بہرحال ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ان تک بھی وہ مژدہ جاں فزا پہنچایا جانا ضروری ہے۔ جیسے ہم دین اسلام اور دین حق مانتے ہیں کیا لوگ آدم علیہ السلام کے بیٹے نہیں ہیں کیا یہ خواتین و حضرات "الناس" کے مخاطب نہیں ہیں تو پھر ہم ان کیلئے کیا کر پائے ہیں۔

یہاں مسلمان، ہندو سکھ جو بھی باہر سے آیا ان میں اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو اسی معاشرے کا حصہ بن چکے ہیں جو عمر کے آخری حصے میں یہاں لاکھوں ڈالر کما کر بیٹھے ہیں مگر ان کے لڑکے اور لڑکیاں اسی ماحول میں گم ہو چکے ہیں اور یہ معاشرہ ان پہ قہقہہ لگاتا ہے کہ یہ یہاں سے کچھ لینے آئے تھے جو اپنی نسل بھی دے کر جا رہے ہیں۔

اب بعض شہروں میں اگرچہ مسلم تنظیمیں بننا شروع ہوئی مگر وہ اصلاح احوال کے لیے کافی نہیں تبلیغی جماعت نے کام شروع کیا جس سے مسلمانوں کو ایک گونہ ڈھارس ملی مگر یہ بھی تو ان لوگوں کے لیے ہے جو ان کی بات سننے کے لیے کسی جگہ موجود تو ہیں جو اس ہجوم میں کھو گئے۔ ان کا فی الحال کوئی مداوا نہیں ہو پا رہا۔ غیر تبلیغی مشنوں کے ساتھ یہاں ایسے علماء بھی تشریف لے آتے ہیں جنکی زندگی کا مشن تبلیغ کی مخالفت کرنا ہے انھوں نے کمال شفقت سے ایسے لوگوں کو جو اس ظالم و بدکار معاشرے سے بچ کر اسلام کے دامن میں پناہ لینے آئے تھے۔ خبردار کیا کہ یہ وہابی ہیں۔ کافر ہیں کوئی حرج نہیں۔ مگر وہابی مت بن جاؤ اور اس سے بچنا ہے تو ہمیں ڈالر دو گیارھویں شریف کے لیے عرس شریف کے لیے اور اس حد تک آگے چلے گئے کہ امسال پاکستان کے ایک مشہور عالم ممتاز قاری صاحب اور بے شمار شریفوں سے صف اول کے داعی نے یہاں نیویارک میں وقت سے پہلے رمضان ختم کرا دیا۔ عید پڑھائی ڈالر لیے اور جہاز پہ بیٹھ کر لندن چلے گئے کہ انہیں وہاں بھی عید پڑھانا تھی اور دین کی خدمت کے لیے پاؤنڈ جمع کرتے تھے اور واقعی وہاں جا کر عید کی امامت فرمائی۔ تقریر شریف فرمائی۔ نعت شریف پڑھی اور پاؤنڈ شریف حاصل فرمائے اور بھلا ایسے علماء کو کیا فکر ہوگی کہ کون کس تباہی سے دوچار ہو رہا ہے۔ بلکہ یہی وہ کردار ہیں جنہیں بدکردار کہنا زیادہ موزوں لگتا ہے اور جو دین اور اس کی عظمت بیچ کر فانی دنیا کے چند سکے جمع کرنے کے لیے ہر چیز داؤ پہ لگاتے ہوئے ہیں۔ کاش کوئی مشرق کی خاتون کو بنت حوا کی وہ حالت زار بتا سکے جو اس معاشرے میں اس کی قسمت بن چکی ہے اور کاش ان جیسا بننے کی بجائے ساری محنت ان جیسا بننے پہ لگا دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا تھا۔ جن جیسا بننے کا حکم اللہ نے اپنی آخری کتاب میں دیا ہے تاکہ ہم ان کو بھی اپنے جیسا بنانے کے لیے کام کر سکیں۔ اے کاش جو کچھ یہاں ہوتا ہے میں لکھ سکتا یا جو میں نے یہاں دیکھا ہے بیان کر سکتا اسے کاش ایسا ہو سکتا مگر یہ سب کچھ ممکن نہیں۔ کافی نہیں کہ اتنا کچھ لکھنے کے باوجود

ہم نے کچھ بھی تو نہیں لکھا۔

اہلِ مشرق کے پاس بہت کچھ ہے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم نہ صرف اس کی حفاظت کریں بلکہ اپنی زندگیوں کو عین سنت کے مطابق ڈھال سکیں اور اللہ کی دی ہوئی توفیق سے تباہی کے غار میں ڈوبے ہوئے اس جمِ غفیر سے کچھ تو بچا لیں۔

جیسے کو تیسا

ایک محاورہ سنا تھا "جیسے کو تیسا" اور تلاش کرتے رہے کہ کہیں اس کے کرداروں سے ملاقات ہو مگر شاید یہ اتنی آسان بات نہ تھی۔ انسان بھی عجیب مخلوق ہے جب دھوکا دینے پر آتا ہے اپنے آپ کو بھی معاف نہیں کرتا۔ یہی کچھ اپنا حال بھی تھا خود کو بڑا ہی عقل مند اور دانشور ثابت کرنے کے لیے کسی کے سامنے نہیں بلکہ اپنے آپ سے خود کو منوانے کے لیے جہاں کوئی چھوٹی بڑی نہ نظر آئی کہہ دیا یہ ضرب المثل اسی موقع کی مناسبت سے ہے بالکل اس گنہگار کی طرح ہر گناہ اس امید پر کرتا ہے کہ اس پر رحم کیا جائے گا حالانکہ گناہ کا منطقی انجام سزا ہے اور توبہ کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہاں نیکی اور اطاعت کے لیے کی گئی کوشش حصولِ رحمت کی ہی کوشش ہے مگر انسان اپنے آپ سے بھی ڈنڈی مار جاتا ہے۔

ابھی تو اپنی فطرت میں ہے رب جلیل کی اس عطا پہ بھی جس قدر شکر کریں کم ہے اب کے پاکستان سے ے تو متحدہ عرب امارات میں زمین پہ پاؤں رکھا اگلا قدم لندن میں تھا اور چند روز بعد ہم ہیت کنڈائی سمیت امریکہ والوں کے لیے باعث حیرت بنے ہوئے ہیں جہاں تک ہمارے ارادوں کی بات ہے تو اگلے دو ہفتوں میں کینیڈا، فرانس، ڈنمارک ہوتے ہوئے انشاءاللہ پاکستان جائیں گے اب دیکھیں قدرت کو کیا منظور ہے کہ "ہوتا ہے وہی جو منظورِ خدا ہوتا ہے"۔ مغربی ممالک میں آ کر ایک احساس ہوا کہ پہلے ہم نے جتنے کردار فرض کئے تھے بس فرضی ہی تھے اصل کردار یہاں دیکھنے کو ملا۔

والدین کم از کم دس گھنٹے روزانہ کام پر بچے اتنا سکول میں جہاں تعلیم، تہذیب، سوچ فکر سب کچھ حتیٰ کہ کھانا پینا بھی اہلِ مغرب ہی کے، بچوں کے ساتھ ملاپ حالات اس درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ اہلِ مغرب نے امورِ دنیا میں بہت منزلیں مار لی اور دولت کے انبار لگا دیئے اس دولت کے پیچھے ہر جائز و ناجائز ذریعہ موجود ہے انسان کی تجارت سے لے کر ڈاکے اور لوٹ مار تک سود، چور بازاری نفع خوری اور دوسروں کے حقوق چھیننے تک اگر تاریخ میں تلاش کیا جائے تو اہلِ مغرب وہ کچھ کر گزرے جس کی امید کم از کم انسان سے نہیں رکھی جا سکتی۔ ابتداً بڑی دیدہ دلیری سے یہ سب کچھ ہوا جو تاریخ عالم کا حصہ ہے اور جب دولت آئی تو جرائم کا انداز بدلا اور اس پر تہذیب کا غلاف منڈھ دیا گیا اگرچہ کردار آج پہلے سے بھیانک ہے مگر خوب صورت سنہری غلاف میں ڈھکا ہوا۔ اور ہر وحشت پر تہذیب کی چھاپ لگی ہے ورنہ برطانیہ کی بلند و بالا عمارتوں کی ہر اینٹ سے کسی مظلوم کا خون ٹپکتا ہے اور امریکیوں کے وہ جہاز جن میں سیاہ فاموں و تجارت کے لیے ظالمانہ طریقے

سے لایا جاتا ہے کبھی تاریخ کے اوراق سے محو نہیں ہو سکتے۔ اہلِ مشرق سادہ ہی رہے لٹ کر بھی ممنون ہیں اور پھر منت سماجت کر کے یہاں آ پہنچے کہ دولت کی چمک نے آنکھیں چندھیادی تھیں یہاں آ کر بڑے خوش ہوئے کہ یہاں انہیں کام کرنے کی اجازت ہے واہ کیا بات ہے اور کس قدر روا داری ہے بیچارے فدا ہو گئے اور یہ نہ دیکھا کہ اہلِ مغرب نے اوقاتِ کار اور طریقِ کار کی مار دیکر ان سے اتنا کام لیا کہ اگر اپنے ہاں اس سے آدھی محنت بھی کر لیتے تو کہیں زیادہ خوش حال ہو سکتے تھے مگر یہاں وہ مغرب کے وفادار تھوڑی ہیں انہیں تو مغرب کی دولت سے دل چسپی تھی اور ہے۔ اہلِ مغرب نے جانا کہ ہماری خدمت کر رہے ہیں مگر صاحب وہ اپنے دل میں خوش کہ موقع ہاتھ آیا ہے انکی دولت پہ ہاتھ صاف کریں گے اور پھر اسی دھن جٹ گئے رات دن ایک کر دیا انسان سے مشین بن گئے اور بڑے خوش، گھر والوں کو بلا لیا۔ رشتہ داروں، عزیزوں کو یہاں جمع کیا بلکہ بعض نے یہاں شادیاں کر لیں۔ اہلِ مغرب کو کوئی اعتراض نہ ہوا۔ مشرق والے انہیں بے وقوف سمجھ کر دولت، جائیداد، مکان، عورتیں اپناتے چلے گئے۔ اور بڑے خوش تھے کہ خوب داؤ مارا یہ پرانے عادی مجرم منصوبہ ساز لوگ تھے انہوں نے بڑے اطمینان سے ایسا نظام ترتیب دیا کہ اوّل تو مشرق سے آنے والوں کو اپنی ہوش نہ رہی اور اس نظام کا ایک پرزہ بن گئے جب بچے ہوئے تو وہ سکول چلے گئے

باقی ص ۵۴ پر

دیکھتا چلا گیا

سیلانی

گھر کے پاس گلی سے نہایت سریلی آواز آئی۔ جی چاہا بول تو سنیں۔ کوئی پیشہ ور گداگر گا رہا تھا۔

اسلام زندہ ہے   مگر قرآن باقی ہے

سیلانی خیالات کی دنیا میں ڈوب گیا کہ لفظ مگر کے کیا معنی۔ کیا گانے والا اس مگر کے معنی جانتا ہے۔ مگر گانے والوں کو معنی سے کیا غرض ہوتی۔ دیکھتے نہیں پکے راگ میں تو مطلق لفظ ہی نہیں ہوتے کہ آدمی معنوں پر غور شروع کر دے۔ لہٰذا اس سوچ میں پڑنا ہی بے معنی ہے کہ گانے والے کو مگر کے مفہوم سے واقفیت ہے یا نہیں۔

گانے والے کو چھوڑیئے خود اس پر غور کیجیے۔ اس مگر میں تو چالیس سالہ تاریخ سموئی ہوئی ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا ہے سے ذرا سفر شروع کرو۔ آج تک کوئی ایسا دن بھی آپکو یاد ہے کہ فضا میں اسلام کا نعرہ نہ گونجا ہو۔ اسلام کو زندہ رکھنے کی ہر دور میں کوشش کی گئی نہ عوام نے اس میں کوتاہی کا ثبوت دیا نہ حکمرانوں کی طرف سے اسلام سے غفلت کا سراغ ملا اسلام کو زندہ رکھا اور اب تک زندہ ہے۔ کبھی اسلام کو سوشلزم کا حقیقی بھائی قرار دیا۔ کبھی اس کو جمہوریت کا ہم معنی قرار دیا۔ کبھی اسلام کے لیے ڈاکٹر فضل الرحمٰن آ گئے کبھی پرویز صاحب نے اسلام کو کندھا دیا۔ کبھی عائلی قوانین کی بیساکھیاں اسلام کو مہیا کی گئیں۔ کبھی خمینی ازم پہ اسلام کی تہمت لگا کر اسے زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ کبھی ناچنے گانے تھرکنے کو اسلامی ثقافت قرار دیا گیا۔ کبھی دنیا بھر کو اپنی اسلامیت جتانے اور اسلام سکھانے کے لیے ڈوموں اور بھانڈوں کے طوائف غیر ممالک میں بھیجے گئے۔ غرض اسلام کے زندہ رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور ان ساری کوششوں کے باوجود قرآن پھر بھی باقی ہے۔ تو لفظ مگر پہ حیرت کیوں۔

تازہ ترانہ انا للہ ہو تیو الی جمہوریت نے تو قرآن کو باقی رکھنے کی کوشش کا حق ادا کر دیا۔ وہ یوں کہ قرآن کا ایسا ترجمہ کیا جائے جس پہ سب متفق ہوں۔ کتنا پاکیزہ اور بلند نصب العین ہے مگر ایک کسر رہ گئی کہ اس کام میں پورے کفر کو شامل نہیں کیا گیا یعنی ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ترجمہ قرآن کے لیے ایک ہندو سکالر ہوتا ایک مرزائی ہوتا ایک آغا خانی ہوتا ایک شیعہ ہوتا۔ قرآن پر سب سے بڑا احسان تو اس صورت ہوتا مگر ممکن ہے کہ کسی دانشور کے ذہن میں یہ بات آئی ہو کہ الکفر ملۃ واحدۃ یعنی کفر خواہ کسی عنوان سے پکارا جاتا ہو کفر ہی ہوتا ہے اس لیے کسی ایک گروہ کے نمائندہ کو شامل کر لینا گویا کفر کے ہر عنوان کی نمائندگی ہو گئی۔

اللہ کریم نے تو قرآن کا تعارف کراتے ہوئے اسے کتاب ہدایت قرار دیا تھا۔ اور ہدایت کے لیے ایک وصف مخصوص کر دیا تھا کہ ھدی للمتقین یعنی ہدایت کے لیے تقویٰ شرط ہے۔ اور تقویٰ کے لیے ایمان شرط ہے۔ مگر جمہوریت نے بتایا کہ قرآن کتاب ہدایت نہیں پیس آف لٹریچر (ادب پارہ) ہے اور ادب ہوتا ہے شاملات دیہہ۔ غالب کے دیوان کو دیکھیے اس کی شرح جو میں دتا تریا کیفی کرے۔ کوئی کرے کوئی سہا کرے۔ کوئی حسرت موہانی کرے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے قرآن کا ترجمہ مومن کرے، کافر کرے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھتے نہیں جارج سیل نے قرآن کا ترجمہ کیا۔ پیکتھال، رچرڈ بیل نے ترجمہ کیا۔ اس لیے اس میں کوئی ہرج نہیں یہ اور بات ہے۔ ان کے تراجم پڑھنے والا یہ ضرور جانتا ہو گا کہ یہ کافر کا ترجمہ ہے۔ مگر یہاں جمہوریت نے بڑی فنکاری دکھائی کہ اس طرح یہ ترجمہ مستند قرار پائے گا۔ لہٰذا گانے والے نے درست گایا۔ کہ ابھی اسلام زندہ ہے۔ مگر قرآن باقی ہے۔ یعنی اس اسلام کے زندہ ہوتے ہوئے قرآن کا باقی رہنا واقعی تعجب کی بات ہے۔

کہاں سے کہاں لایا گیا ہوں

شاہد جاوید

ماں کے انتقال کے بعد بھابھی نے گھر سے نکال دیا اور میں سفارش سے ی۔ ع۔ ۸۱ میں بھرتی ہوگیا۔ سر پر سایہ نہ ہونے کی وجہ سے کافی آوارہ ہوگیا شراب چرس کے ساتھ کھیلتے تھے ان عادتوں کی وجہ سے سکوٹر بھی بک گیا جو کہ میں نے ناجائز کمائی سے خریدا تھا کراچی، کوئٹہ میانوالی سے تبدیل ہو کر سرگودھا پہنچ گیا سارا سارا دن کرکٹ کھیلنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۔ ٹی وی دیکھنا روز کا معمول تھا۔

ہمارے سپروائزر صاحب پشاور سے تبدیل ہو کر آئے وہ خالد سپروائزر کے گھر ٹھہرے جو کیلا رہتا تھا مغرب کے وقت ہم چار آدمی گپ لگا رہے تھے کہ ایک صاحب باہر سے درآمد ہوئے عمر میں وہ ہم سے کافی چھوٹے تھے مگر سنتِ رسولؐ رکھی ہوئی تھی انہوں نے ذکر پر چلنے کو کہا ہم ان کے ساتھ ہولیے اور تینوں راستے میں سوچتے جاتے تھے کہ کھانے کو چاول اور حلوہ ملے گا مگر ایسا نہ ہوا ہم نے دوبارہ نہ جانے کا تہیہ کر لیا کہ مفت کون جان لڑائے یہ ۸۳ - ۸۲ سردیوں کی بات تھی۔ اسی طرح دن گذرتے گئے۔

جولائی کا مہینہ ہم دونوں آوارہ لڑکے سوچ میں پڑ گئے کہ مرزائی پیسے بھی دیتے ہیں اور لڑکی بھی۔ کیوں نہ مرزائی بن جائیں پھر ہم دونوں کا پروگرام بن گیا اس دوسرے ساتھی نے مرزائیوں سے پتہ کرنا شروع کر دیا کہ ربوہ جا کر کس سے ملیں اور کتنے پیسے ملیں گے دفتر میں جو مرزائی کام کرتے تھے ان سے بات ہوئی انہوں نے کہا کہ ربوہ جانے کی کیا ضرورت ہے آپ ہماری کتابیں پڑھ لیں ہم آپ کو کاروبار کے لیے ۱۶، ۱۶ ہزار دونوں کو دیں گے اگر کاروبار کے لیے یہ پیسہ کم ہوا تو ۴۵، ۴۵ ہزار تک دے سکتے ہیں اور رشتہ بھی مل جائے گا۔

اسی دوران مشتاق احمد جو کہ ۔ ۔ ۔ سرگودھا میں دکان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ فلم تو تم دیکھتے رہتے ہو میں منع نہیں کرتا مگر یہ بتاؤ کہ مسجد جانا نصیب ہوا؟ ہم نے کہا آپ کو کبھی سینما جانا نصیب ہوا۔؟ انہوں نے کہا سینما دیکھنا ضروری نہیں مگر مسجد کے بغیر گذارا نہیں۔ آپ کم از کم ایک نماز کے لیے ضرور مسجد آیا کریں انہوں نے مارون کا ایک سگریٹ مفت مجھے دیا اور ساتھ ایک پرانا رسالہ المرشد دیدیا رسالہ ہاتھ میں لیئے سگریٹ کے کش لگاتا گھر جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کل نماز کے لیے مسجد جاؤں گا۔ اور مشتاق سے بھی ملوں گا تاکہ اس کو پتہ چل جائے کہ میں نے نماز پڑھی ہے اور اس طرح مجھے ایک سگریٹ مفت مل جایا کرے گا اگر پانچوں پڑھوں تو پانچ سگریٹ مل جایا کریں گے۔

یہ سوچتا ہوا گھر پہنچ گیا لیٹ کر رسالہ المرشد پڑھنے لگا۔ صرف آنکھوں سے ذہن مرزائیوں کے ساتھ تھا کہ ۱۶ ہزار لے کر کاروبار کروں گا اسی طرح سوچتا رہا اور ورق گردانی کرتا رہا اسی طرح رسالہ ختم ہوگیا مگر آخری صفحہ پر کیا لکھا تھا جس نے میری دنیا بدل دی

> حضورؐ پاک نے صحابہ اکرامؓ سے فرمایا اگر تمہارا گزر جنت کے باغات میں سے ہو تو وہاں سے اپنا حق پورا پورا لیں رہیں، صحابہؓ نے فرمایا ہم سمجھے نہیں آپؐ نے فرمایا اگر کہیں ذکر الٰہی ہو رہا ہو تو اس میں شامل ہو جایا کرو۔

یہ بات دل کے اندر جا کر لگی۔ مرزائیوں سے جو سودا ہو رہا تھا وہ ٹھنڈا ہو گیا اور میں اس لڑکے شبیر کو ڈھونڈنے لگا تاکہ ذکر میں چلا جایا کروں۔ کیونکہ وہ کوارٹر بھول گیا تھا جس میں دو ٹائم ذکر ہوتا ہے اور مشتاق سے بھی بات نہ کی۔ معلوم ہوا شبیر لڑکا پندرہ دن کی چھٹی گیا ہوا ہے۔

مرزائیوں سے ملنا چھوڑ دیا کیونکہ ان کے لیے اب دل میں جگہ نہ تھی۔ ۱۶ دن کی کوشش کے بعد شبیر صاحب سڑک پر جاتے مل گئے میں نے روک لیا اور کہا کہ آپ کہاں گم ہو گئے تھے اور وہ مکان کدھر ہے جہاں ذکر کے لیے گئے تھے شبیر صاحب کہنے لگے مکان دکھا دیتا ہوں مگر کھانے کو حلوہ ہوگا اور نہ چاول۔ میں نے کہا حلوہ میں آپ کو کھلاؤں گا۔ خیر انہوں نے مکان دکھا دیا

اس وقت عصر کا وقت تھا۔ اُس دن میں مغرب کی نماز کے بعد ذکر کے لیے گیا۔ مشتاق بھی وہاں ملا وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اس طرح روز ذکر ہونے لگا اور جو بات سمجھ میں نہ آتی تو میں اُس کے بارے میں سوال کرتا اس طرح تسلّی ہوتی گئی دوسرے ساتھی سوال کرنے پر بعد میں منع کرتے مگر میں نہ مانتا۔ مغرب سے پہلے بیڈمنٹن کھیلتا۔ کھیلنے کے لیے کھلاڑی زیادہ تھے اس لیے روشنی کا بندوبست کر لیا گیا اور اسی طرح کھیل عشاء تک جاری رہتا اور ذکر الٰہی میں ناغے ہونے لگے لیکن کھیل کے دوران میں مغرب کی نماز مسجد میں ادا کر کے کھیل میں واپس آ جاتا۔ کیونکہ دوسرے ساتھی شیطان کا رول ادا کرتے کہ مغرب سے پہلے مجھے مسلسل تین گیم : لگانے دیتے اسی طرح کھیل کے دوران میں مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا۔

ایک دن اصغر صاحب آ گئے جن کے گھر ذکر کے لیے جاتے تھے انہوں نے کہا کیا بات ہے ناغے ہو رہے ہیں۔ میں نے جھوٹ بولا کہ امتحان سر پر ہیں اس لیے اپنے بچوں کو پڑھاتا ہوں (حالانکہ میں غیر شادی شدہ ہوں) انہوں نے کہا اُن کا ٹائم تبدیل بھی ہو سکتا ہے بہر کیف آج تو آؤ کہ شکیل صاحب تشریف لا رہے ہیں خیر میں چلا گیا ذکر کے بعد شکیل صاحب نے فرمایا کل جمعرات ہے (یہ جنوری ۸۴ء کی دوسری جمعرات تھی) کون مرشد آباد جائے گا مشتاق نے ہاتھ کھڑا کیا دل تو میرا بھی کیا مگر ہاتھ نہ کھڑا کیا کہ شاید ارادہ بدل جائے۔

باہر آ کر مشتاق سے پوچھا تو اس نے کہا کہ شہر سے ویگن جاتی ہے آرام سے جائیں گے اگر جانا ہو تو میرے گھر آ جانا۔ خیر دوسرے دن ٹیپ ریکارڈ کوٹ کے جیب میں ڈالی اور مائیک دوسری جیب میں مشتاق کے ساتھ شہر ویگن میں بیٹھ کر چکڑالہ کے لیے چل دیئے۔ مغرب میانوالی جا کر پڑھی۔ اور وہاں شکیل صاحب نے فرمایا کہ اس دفعہ آدمی کم ہیں اس لیے ہر آدمی کو پیسے حصہ میں زیادہ آتے ہیں ویگن کے کرائے کے لیے ہر آدمی /۵۷ ،/۵ ے روپے دیدو، میرا رنگ اُڑ گیا میری جیب میں گیارہ روپے تھے میں نے مشتاق سے کہا کہ یہاں آپ میری طرف سے پیسے دے دیں میں آپ کو یکم کو دے دوں گا خیر چکڑالہ پہنچے وہاں پہنچتے ہی دل کی کیفیت بدل گئی مسجد میں گئے تو گرم پانی حیرانگی کی بات۔ جلدی سے وضو کیا اور ذکر میں شامل ہو گئے رش زیادہ تھا صفیں

ختم۔ نیچے بیٹھنا پڑا۔ ذکر تو چند منٹ نصیب ہوا مگر مزا آ گیا خیریت گذاری۔ تہجد کے بعد ذکر کیا مگر مزا نہ آیا کیونکہ دوسرا آدمی میرے پاؤں پر بیٹھ گیا تھا اس کی تکلیف کی وجہ سے۔ فجر کے بعد استاد المکرم کے گھر گئے ناشتہ ملا کمرہ بھرا ہوا تھا کافی لوگ باہر کھڑے تھے میں بھی اُن میں کھڑا ہو گیا۔ استاد مکرم دو آدمیوں کے سہارے آ رہے تھے میں حیران تھا کہ پیر تو بہت دیکھے ہیں مگر اتنے سادہ نہیں دیکھے۔ آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اس کے بعد استاد المکرم کے پیچھے میں بھی اندر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔ اس دن امریکہ سے خط آیا تھا اس انگریز کا جو مسلمان ہو گیا تھا۔ کرنل مطلوب صاحب پڑھ کر ترجمہ کر کے سنا رہے تھے استادِ مکرم کے چہرے کے دائیں طرف درد تھا آپ نے رومال

بقیہ : جیسے کو تیسا

کہ اہل مشرق کی نئی نسل انہیں اپنا بزرگ ماننے کو تیار ہی نہیں اور ہر لحاظ سے مغربی معاشرے کا حصہ بن چکی ہے جس قدر دولت اور جائیداد انہوں نے بنائی تھی اس کے ساتھ اپنی نئی نسل بطور منافع اہل مغرب کو لوٹا رہے ہیں اور خود سوائے بے بسی سے رو دینے کے کچھ کر نہیں پاتے مغرب والوں نے انہیں ایک بار یکوہات دیدی ہے پرسوں ایک ہندوستانی سکھ سے ملاقات ہوئی لاکھوں ڈالر کا مالک ایک بہت بڑی عمارت اور ایک ہوٹل کا مالک اور وہ بھی مین ہیٹن میں مگر رو پڑا کہ میرا لڑکا گھر سے چلا گیا ہے اور شہر میں رہتا ہے روپیہ بھی برباد کر رہا ہے اور اولاد بھی گئی یہی حال مسلمانوں کا ہے اور اس کا دردناک پہلو یہ ہے کہ نہ صرف بچے بچیاں تک اسی رنگ میں رنگی گئی ہیں تو اندازہ ہوا سے کہتے ہیں "جیسے کو تیسا" کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسلمان یہاں آئے تھے تو دین سیکھ کر آتے اہلِ مغرب سے دھوکا کرنے کی بجائے محبت کرتے ان کے ساتھ خلوص سے دین پلیش کرتے اوّل تو یہ بھی انسان تھے اللہ سے ہدایت پا سکتے تھے اگر یہ ہوتا تو کم از کم خود ضائع تو نہ ہوتے اور اولاد تو ہاتھ سے نہ جاتی۔

ابھی وقت ہے اللہ کریم مسلمانوں کو صحیح سمجھ کے ساتھ درست فیصلہ کرنے کی توفیق دے اور قوتِ عمل بھی۔ (آمین)

سیماب اویسی نیویارک

۱۶ر جون ۸۸ء

گول کر کے ہاتھ میں لے کر چہرہ پر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے بہت تکلیف ہے مگر انبیاء کرام کو اس سے بھی زیادہ تکالیف برداشت کرنی پڑی ہیں مجھے کسی نے بتایا تھا کہ اگر درد ہو رہا ہو تو سورۃ الکوثر سات بار پڑھ کر پھونکی جائے تو آرام آجاتا ہے تو جب استاد المکرم نے تکلیف کا بتایا تو میں نے وہی آیۃ سات مرتبہ پڑھی اور آہستہ سے یعنی اشارۃً استاد المکرم کی طرف پھونکی تاکہ خدا آرام دے۔ جیسے ہی میں نے پھونک ماری استاد المکرم نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا تو میں نے آنکھیں جھکا لیں۔ جب ختم ہوا تو کرنل صاحب نے کہا کہ حضرت اس دفعہ کافی ساتھی ہیں جو بیعت ہونا چاہتے ہیں استاد المکرم نے فرمایا آنے دو اب کرنل صاحب کا اشارہ میری طرف تھا کہ تم اٹھو گے تو راستہ بنے گا میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ یہاں کہیں گھس جاؤں مگر ناکام ہو جب میں نے دیکھا کہ اب اٹھنا ہی پڑے گا تو میں بیٹھے بیٹھے بہت آگے جھک گیا اور استاد المکرم سے عرض کیا کہ تھا پڑا دیں آپ نے ایک ہاتھ سے تھا پڑا دیا کمزوری کی وجہ سے ہاتھ میں طاقت نہ تھی میں نے عرض کیا اس تھاپڑے سے میرا گزارا نہیں ہوا۔ آپ جوتا ماریں یا ڈنڈا۔ میرا کوئی کام انسانوں والا نہیں تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے تھاپڑا دیا۔ اس طرح چلے آئے ساتویں دن میں نے داڑھی رکھ لی جو استاد المکرم نے روحانی طور پر رکھائی۔ ۱۸ فروری کو اطلاع ملی کہ استاد المکرم انتقال فرما گئے اس طرح سب ساتھی چکڑالہ پہنچ گئے پہلے عصر پڑھی پھر جنازہ اسی رات واپس آگئے اس کے بعد مولانا اکرم صاحب نے منارہ بلایا میں بھی گیا اکابرین نے بیعت کی مگر میں نے نہ کی کیونکہ میں پہلے اچھا بھیرہ پیر کرم شاہ کے ہاتھ پر بیعت تھا مگر کوئی تبدیلی ذاتی تھی اس طرح وہاں سے بھی تھاپڑا لیا اور واپس آگیا چار دن بعد پتہ چلا کہ کچھ ملا ہے منارہ سے۔ اس کے بعد مولانا محمد اکرم صاحب جوہر آباد آئے میں بھی گیا ذکر کیا واپس آنے کے ~~X~~ چار دن بعد پتہ چلا کہ کچھ ملا ہے پھر مسجد مرشد آباد بننا شروع ہوئی۔ میں گیا دو دن کام کیا۔ کرنل صاحب سے وثنامن سی کی گولیاں کھا کھا کر کام کیا۔ تیسرے دن ۱۳ اپریل ۸۴ء کو میں مولانا اکرم صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا۔ اس عرصہ میں اعتکاف بھی نصیب ہوا۔ پہلے روزہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا۔ بہرکیف میں ہی نہیں ہر آدمی اپنے پیاس کے حساب سے فیض لے رہا ہے بے شک

کوئی دور ہے یا نزدیک۔ مجھ ناچیز کی یہ نصیحت ہے کہ نیک کام کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو کسی نہ کسی وقت نیک لوگوں میں بیٹھنے کا موقعہ دے گا اب مجھے کسی لالچ و حرص کی تمنا نہ رہی۔

بقیہ: امریکہ میں ...

کے وضو کی بجائے کریم ہی دیا جاتا ہے۔

Cold Drink جنہیں عام طور پہ Soft-Drinks بھی کہا جاتا ہے ان میں Pepsi کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس میں الکوحل شامل ہوتی ہے۔ کوک، سپرائیٹ سیون اپ اور Sunkist اس آلائش سے پاک ہیں۔

امریکہ جاتے ہوئے ضرورت کے مطابق مسواک ساتھ لے جائیں۔ ٹوتھ برش اگر استعمال کرنا پڑ جائے تو صرف NYLON کے تاروں والا خریدیں۔ اگر اس پر نائلون نہ لکھا ہو تو پھر اس بات کا خدشہ احتمال ہو گا کہ یہ سور کے بالوں (PIG BRISTELS) سے بنایا گیا ہے۔ ٹوتھ پیسٹوں میں سے جن برانڈوں میں حرام اجزاء شامل نہیں ہوتے ان کے نام CLOSE-UP اور AIM, Pepsodent ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے صابن کی بناوٹ میں Tallow استعمال کیا جاتا ہے Procter & Gamble کمپنی کے صرف دو صابن ایسے ہیں جو کہ ناریل کے تیل سے بنائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک KIRK'S ہے جو دوسرے کا نام Lava ہے جو ذرا اکھردرا ہوتا ہے اور ورکشاپ وغیرہ میں میلے اور تیل وغیرہ والے ہاتھ دھونے کے لیے ہوتا ہے لیکن گھر میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور محض میرے ذاتی تجربے پہ مبنی ہیں۔ اس لیے کسی غلطی کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حالانکہ میرا کافی وقت سٹوروں پہ INGREDIENT پڑھنے میں صرف ہوا ہے۔ کسی پیکٹ پر بھی ہوں۔ یہ سب سے باریک ٹائپ میں لکھے ہوتے ہیں۔ بعض کمپنیوں سے میں نے فون پر بھی معلومات حاصل کی ہیں۔ پھر بھی براہ مہربانی اپنے طور پہ مزید تحقیق کر لیا کیجیے تاکہ حرام اشیاء سے مکمل طور پہ اجتناب ممکن ہو سکے۔

زبان کی حقیقت

انسان کی زبان دیکھنے میں گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ مگر کارفرمائی میں سب سے بڑھ کر۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ روزانہ صبح سویرے انسان کے سارے اعضاء زبان سے کہتے ہیں ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈر ہم سب تیرے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر تو سیدھی رہی۔ تو ہم سیدھے رہیں گے۔ اور تیری کج روی ہمیں بھی کج رو بنا دے گی اسی لئے شریعت نے زبان کو بے لگام کرنے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انسان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کے لکھنے کے لئے ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔ یعنی انسان کا بولا ہوا کوئی لفظ ہوا میں تحلیل نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ بظاہر نظر آتا ہے بلکہ وہ باقاعدہ قید تحریر میں آرہا ہے اور قیامت کے دن اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ لہٰذا زبان پر قابو رکھو۔ بولنے سے پہلے تولو۔ آخرت کی جوابدہی اور اپنے تولنے کے نتائج پیش نظر رکھو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ بےضرورت بولنے میں ہزاروں خطرات ہیں۔ فساد کا ڈر ہے۔ لڑائی جھگڑے کا خوف ہے۔ دشمنی اور رنجش کا خطرہ ہے اور بے شمار دینی قباحتیں ہیں۔ انسان کی زبان کھلتی ہے تو غیبت اور عیب جوئی پر چلتی ہے۔ یا جھوٹ بہتان و غلط بیانی۔ فحش اور بدزبانی پر رواں ہوتی ہے۔ مگر خاموشی میں دین و دنیا کی ساری آفات ٹل جاتی ہیں۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ؐ سے عرض کیا۔ میرے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز کونسی تجویز فرماتے ہیں۔ زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا۔ "اسے"

حضرت بلال ؓ بن حارث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کرتے ہیں۔ کہ بعض اوقات انسان اپنی زبان سے ایک ایسا برا کلمہ نکال دیتا ہے کہ قیامت تک اللہ کا غیظ و غضب بھڑکتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل ؓ کے سامنے حضور ؐ

چاہیئے کہ وہ بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ حضرت عمر ؓ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر ؓ اپنی زبان ہاتھ سے پکڑے کھینچ رہے ہیں۔ بڑے تعجب سے پوچھا۔ خلیفۂ رسول یہ کیا فرمایا یہی تو انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود ؓ کوہ صفا پر چڑھے اور کہنے لگے اے زبان! بھلائی کی بات کہہ بھلائی سے بہرہ ور ہو گی بری بات سے باز رہ۔ سلامت رہے گی اور ندامت سے بچے گی۔

حضرت طاؤس ؓ کہتے ہیں۔ میری زبان ایک درندہ ہے اسے آزاد چھوڑ دوں تو مجھے پھاڑ کھائے گی حضرت علی بن بکار ؓ کہتے ہیں۔ ہر چیز کی روک تھام کے لئے ایک دروازہ اور دو پٹ ہوتے ہیں۔ مگر زبان کو فضول باتوں سے روکنے کے لئے دو دروازے اور چار پٹ ہیں۔ ایک دروازہ دو پٹوں والا دانتوں کا ہے۔ اور دوسرا ہونٹوں کا۔ لیکن افسوس نادان انسان دونوں دروازے کھلے چھوڑ ہر وقت چلاتا رہتا ہے۔

عبادہ بن صامت ؓ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مجھ سے چھ باتوں کا وعدہ کرو۔ میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اور ان میں پہلی بات زبان کے متعلق ہی ہے

(۱) بات کرو تو سچ بولو (۲) وعدہ کرو تو پورا کرو۔ (۳) کسی کی امانت رکھو تو بجنسہٖ واپس کرو (۴) اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو (۵) نگاہیں نیچی رکھو (۶) اپنے ہاتھ قابو میں رکھو۔

نے زبان کی اس کارستانی کا اظہار فرمایا تو انہوں نے حیرت سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ؐ کیا زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی ہم سے باز پرس ہوگی۔ فرمایا لوگوں کو اپنی بدزبانی کی وجہ سے اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور میرے تمام ساتھیوں کو اپنی زبان پر قابو رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔